قرآن کریم اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۸۷ شمارہ: ۱۲
ذوالحجہ: ۱۴۴۵ھ - جولائی: ۲۰۲۴ء
قیمت فی شمارہ: ۶۰ روپے، زرِ سالانہ: ۷۰۰ روپے

مُدیر/مُدیرِ مسئول
مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

نائب مُدیر
مولانا سید احمد یوسف بنوری

مُدیرِ معاون
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

ناظم
مولانا فضل حق یوسفی

خط و کتابت اور ترسیلِ زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ ’’بینات‘‘ جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن
کراچی، پوسٹ کوڈ: 74800، پوسٹ بکس نمبر: 3465
فون دفتر ’’بینات‘‘: 021-34927233

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک
یورپ اور امریکی ممالک، وغیرہ: 40 امریکی ڈالر
عرب اور ایشیائی ممالک، وغیرہ: 35 امریکی ڈالر

اکاؤنٹ نمبر
اکاؤنٹ نمبر: 7-397-0101900 برانچ کوڈ: 00816
مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

وضاحت

ماہنامہ ’’بینات‘‘ میں اشتہارات کی اشاعت کا مقصد تصدیق اور سفارش نہیں ہے۔ ادارہ معاملات کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147
فیکس: 92-21-34919531 +
Web: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk

ناشر: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری **مطبع:** شفق پرنٹنگ پریس **طابع:** حافظ ثناء اللہ واحدی

فہرستِ مضامین

بصائر و عبر

فلسطینی ریاست تسلیم کیے جانے کا خیرمقدم!	۳	محمد اعجاز مصطفیٰ

مقالات و مضامین

مکاتیب حضرت مولانا احمد رضا بجنوریؒ بنام حضرت بنوریؒ	۷	انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
حج ... مظہرِ عشق و بندگی	۱۲	مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
سپریم کورٹ میں مبارک احمد ثانی (قادیانی) کیس کی سماعت!	۱۹	مولانا اللہ وسایا
قربانی کیجیے! مگر گناہ کے ساتھ نہیں	۲۵	مولانا عمران عیسیٰ
اوقاف کی تولیت (اہلیت-شرائط)	۲۷	مفتی عبید الرحمٰن
اسلامی نام اور غیر مسلموں کی سازش!	۳۵	مولانا سید انور شاہ
کبار تابعین کی اصطلاح ... تعارف و تجزیہ اور مرتبہ و مقام	۴۰	مولانا عصمت اللہ نظامانی
یہودیوں کے عروج و زوال کی تاریخ (قرآنِ کریم کی روشنی میں)	۴۶	مولانا محمد نعمان خلیل

یادِ رفتگاں

حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ	۵۰	محمد اعجاز مصطفیٰ

دار الافتاء

کمپنی سے کمیشن لینے کے لیے ایجنٹ کے عمل اور عقد کی صورتیں	۵۳	
شیئرز کی خرید و فروخت کا درست طریقہ	۵۶	ادارہ
حرام کھانے کی ہوم ڈیلیوری کا حکم	۵۸	

نقد و نظر

نسیم المفتي في حلّ مباحث شرح عقود رسم المفتي	۶۰	ادارہ
جواہراتِ قاسمی ... مروجہ موضوع احادیث کا علمی جائزہ		
شرح اسمائے حسنیٰ (دو جلدیں) ... ایک سو قرآنی فارمولے		

فلسطینی ریاست تسلیم کیے جانے کا خیر مقدم!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اسرائیل کے ناجائز قبضہ اور تسلط کے خلاف ۸/اکتوبر ۲۰۲۳ء سے حماس کی جانب سے شروع کیے جانے والا ''طوفان الاقصیٰ'' دھیرے دھیرے فلسطین کی آزادی اور خودمختاری کی جانب گامزن ہے۔ قضیۂ فلسطین جس کو عالمی برادری تقریباً بھول چکی تھی یا اس کو جان بوجھ کر طاقِ نسیان کی نذر کرچکی تھی، ''طوفان الاقصیٰ'' نے اس کو اپنی تابناک اور لازوال قربانیوں کی بدولت پھر سے نہ صرف یہ کہ زندہ کیا، بلکہ دنیا بھر کے ممالک کے عوام کو بھی آزادیِ فلسطین کی تحریک کا پشتیبان بنادیا۔ اب دنیا بھر کے عوام اہلِ فلسطین کے خلاف اسرائیلی کارروائیوں کی ظالمانہ اور مجرمانہ نوعیت کو سمجھنے لگے ہیں۔ غزہ کے مسلمانوں کی عظیم قربانیوں کے ساتھ ساتھ اُن کی خودداری، حریتِ فکر اور ثابت قدمی نے مغربی دنیا میں افکار و نظریات اور سوچ و بچار کے اعتبار سے جو تحریک اور ہلچل برپا کی ہے، اس کے اثرات امریکا اور یورپ کی جامعات کے طلبہ تک بھی پہنچ چکے ہیں، پُرتشدُّد گرفتاریوں اور اخراج کے باوجود امریکی جامعات کے طلبہ کی اہلِ غزہ سے یکجہتی کی تحریک جاری ہے۔ اکثر اداروں میں احتجاجی کیمپ اُکھاڑ دیے گئے اور کئی جگہوں پر پولیس کی نگرانی میں اسرائیل نواز عناصر کی غنڈہ گردی عروج پر رہی، اس سب کے باوجود اس تحریک کو دبایا نہیں جاسکا۔ امریکا، یورپ اور دوسرے مغربی ممالک کے کالجز اور یونیورسٹیوں کے طلبہ اور طالبات کے فلسطین کے حق میں مظاہرے اور گرفتاریوں

سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ فلسطین میں چلنے والی آزادی کی تحریک کو سفید فام اقوام کے نوجوان طلبہ اور طالبات کی حمایت مل چکی ہے، جس کی بنا پر وہ اپنی ڈگریوں اور مستقبل کی پرواہ کیے بغیر فلسطین کی آزادی اور اہلِ غزہ پر ڈھائے جانے والے انسانیت سوز مظالم کے خلاف سراپا احتجاج بن چکے ہیں، جس کے اثرات بہت جلد ان ممالک کے ایوانوں میں بیٹھنے والے حکمرانوں کے دل اور دماغ کو دستک دیں گے اور وہ اس مقاومتی اور مزاحمتی تحریک کے مقابلہ کی تاب نہ لاتے ہوئے فلسطین کے بارے میں اپنی پالیسیاں بدلنے پر مجبور ہوں گے، جیسا کہ یورپ کے تین ممالک: ناروے، اسپین اور آئرلینڈ نے اپنے عوام اور قوم کی سوچ اور فکر کی صحیح ترجمانی کرتے ہوئے فلسطینی ریاست کو تسلیم کرنے کا اعلان کردیا ہے۔ میڈیا کی اطلاعات کے مطابق یورپ کے تین ممالک اسپین، ناروے اور آئرلینڈ نے فلسطین کو ریاست تسلیم کرلیا ہے، ان ممالک کے اس فیصلے کا اطلاق ۲۸رمئی ۲۰۲۴ء سے ہوجائے گا۔ تینوں ممالک یورپی یونین کے رکن ہیں، ان ممالک کے اس فیصلے سے یورپی یونین کے دوسرے ممالک کی سوچ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ایک اور یورپی ملک سلووینیا نے بھی فلسطین کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا ہے۔

پاکستان کے وزیر اعظم میاں محمد شہباز شریف نے ان ممالک کے اس فیصلے کا خیر مقدم کیا ہے اور ناروے کے وزیر اعظم سے فون پر رابطہ کرکے ناروے کے فلسطینی ریاست کو تسلیم کرنے کے فیصلے کو سراہا ہے اور اُمید ظاہر کی ہے کہ ناروے کا یہ اصولی فیصلہ ان بہادر فلسطینی عوام کے لیے اُمید اور یکجہتی کا مؤثر پیغام ثابت ہوگا، جو ۷۵ سال سے اسرائیل کے ظلم اور جبر کو برداشت کررہے ہیں۔

عالمی میڈیا کے حوالہ سے ملکی میڈیا نے بتایا ہے کہ سعودی وزارتِ خارجہ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ تینوں ممالک کے قابلِ ستائش اقدام سے بین الاقوامی اتفاقِ رائے کی تصدیق ہوتی ہے۔ بیان میں مزید کہا گیا کہ فلسطینی عوام کو حقِ خودارادیت کا موروثی حق حاصل ہے۔ دیگر ممالک کو بھی چاہیے کہ جلد از جلد فلسطینی ریاست کو تسلیم کرنے کا موقف اختیار کریں۔ غیر ملکی خبر رساں ادارے کے مطابق ایران کے سپریم کمانڈر آیت اللہ خامنہ ای نے کہا کہ: دریا سے لے کر سمندر تک فلسطینی ریاست کے قیام کو تسلیم کیا جائے گا۔ ناروے کے وزیر اعظم جوناس گہرسٹور نے کہا کہ اگر فلسطینی ریاست کو تسلیم نہ کیا گیا تو مشرقِ وسطیٰ میں امن قائم نہیں ہوسکتا، اس لیے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ناروے ۲۸رمئی ۲۰۲۴ء تک فلسطینی ریاست کو تسلیم کرے گا۔ ناروے کے وزیر خارجہ نے اعلان کیا ہے کہ فلسطینیوں کی نسل کشی پر عالمی عدالتِ انصاف نے اسرائیلی وزیر اعظم اور وزیرِ دفاع کے وارنٹ گرفتاری جاری کیے تو ناروے دونوں کو گرفتار کرلے گا۔ اردن نے

آئرلینڈ، ناروے اور اسپین کی طرف سے فلسطین کی ریاست تسلیم کرنے کے ایک مربوط اقدام کو فلسطینی ریاست کی جانب ایک اہم اور ضروری قدم قرار دیتے ہوئے اس کی تعریف کی اور کہا کہ ہم اس فیصلے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

اسی طرح حماس کے مجاہدین اور اہلِ غزہ کی قربانیوں نے اقوامِ متحدہ کے رکن ممالک پر بھی اپنے گہرے اثرات مرتب کیے ہیں، جہاں اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۱۰ر مئی ۲۰۲۴ء کو عرب ممالک کی جانب سے متحدہ عرب امارات کی جانب سے پیش کردہ قرارداد دو تہائی اکثریت سے منظور کرلی، جس میں سلامتی کونسل سے فلسطین کی مکمل رکنیت پر مثبت غور کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ تحریک کے حق میں ۱۵۳ر ووٹ آئے۔ امریکہ، آسٹریلیا اور اسرائیل سمیت دس ممالک نے مخالفت میں ہاتھ بلند کیے، ۲۳ر ممالک نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ اگرچہ سلامتی کونسل کے پانچ مستقل ارکان جنہیں ویٹو پاور حاصل ہے، ان پر اس قرارداد کا بظاہر کوئی خاطرخواہ اثر نہیں ہوگا، تاہم عالمی برادری کی ایک سوچ اور زاویۂ نگاہ تو دنیا پر واضح ہوگیا کہ عالمی برادری کی اکثریت فلسطین کو ایک آزاد خودمختار ریاست دیکھنا چاہتی ہے۔

سوچنے کی بات ہے کہ ۸ر اکتوبر ۲۰۲۳ء سے جاری اسرائیلی وحشیانہ بمباری کے نتیجے میں فلسطینی شہداء کی تعداد ۳۵ر ہزار سے زائد ہوگئی ہے، جب کہ زخمیوں کی تعداد ۸۰ر ہزار سے زائد ہے، ۲۰ر لاکھ بے گھر ہوچکے ہیں، ان شہداء میں پچاس فی صد چھوٹے بچے اور خواتین ہیں۔ انسانی حقوق کے علم برداروں کو ان فلسطینی شہداء اور زخمیوں کی تعداد کیوں نظر نہیں آتی کہ اس پر اسرائیل کے خلاف اپنی آواز بلند کریں۔ ادھر امریکہ اور برطانیہ بجائے اس کے کہ اسرائیل کی ان وحشیانہ کارروائیوں کی مذمت کریں اور ان ظالمانہ کارروائیوں سے اُسے روکیں، اُلٹا وہ برابر اسے اپنا اسلحہ سپلائی کررہے ہیں اور بین الاقوامی برادری کے سامنے ڈھونگ رچایا جارہا ہے کہ اسرائیل کے رفح پر حملہ کی بنا پر اس کے لیے اسلحہ کی سپلائی امریکہ نے روک دی ہے۔ حالانکہ تجزیہ نگار کہہ رہے ہیں کہ اس نے اسرائیل کو اتنا اسلحہ پہنچادیا ہے کہ اب اس کے پاس اسلحہ رکھنے کی جگہ نہیں ہے، لیکن باور یہ کرایا جارہا ہے کہ امریکہ اسلحہ روک رہا ہے، بلکہ یہ بھی کہا جارہا ہے کہ خفیہ طور پر اب بھی روزانہ اسلحے سے لدے تین جہاز اسرائیل کے پورٹ پر لنگرانداز ہورہے ہیں۔

ادھر عالمی عدالتِ انصاف میں اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو اور اس کے وزیر دفاع کو جنگی مجرم قرار دینے اور سزا دینے کے کچھ آثار نمودار ہونے لگے، تو امریکہ نے عدالتِ انصاف پر دباؤ ڈالنے کے لیے اس کے پراسکیوٹر کے ذریعہ حماس کے تین راہنماؤں کے نام ڈالنے کے لیے درخواست عدالتِ انصاف میں جمع

کرادی، تاکہ انہیں بھی اس جنگ میں مجرم ثابت کیا جائے، تاکہ عالمی برادری کے انصاف پسند عوام کو پتا نہ چلے کہ اس جنگ میں ظالم کون ہے اور مظلوم کون ہے۔ ان حالات میں مسلم ممالک کو چاہیے کہ وہ اپنے اتحاد کا مظاہرہ کریں۔ فلسطینی مجاہدین کے پشتیبان بن کر فلسطین کو آزاد کرانے کی سنجیدہ کوششیں شروع کریں، مگر المیہ یہ ہے کہ اُمتِ مسلمہ کے حکمران اپنی روایات، تاریخ اور عقیدے ونظریے سے بہت دور ہو چکے ہیں۔ ان حکمرانوں کو تو اللہ تبارک تعالیٰ کے بعد فلسطینی مجاہدین کا شکر گزار ہونا چاہیے تھا کہ انہوں نے ان حالات میں بھی جہاں ان کے اپنے عرب ممالک اور مسلم امہ بھی بظاہر اغیار کی صفوں میں کھڑے نظر آتے ہیں، اپنی بے مثال مزاحمت اور شاندار مقاومت کے ذریعے اسرائیل کے ناقابلِ تسخیر ہونے کے مصنوعی تأثر کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔ بہر حال عالمی برادری بھی اپنا فرض ادا کرے اور عالمِ اسلام بھی خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر اپنے فلسطینی بھائیوں کی مخلصانہ مدد کرنے کے لیے کمر بستہ ہو جائے تو ان شاء اللہ! ارضِ فلسطین کی آزادی کی منزل دور نہیں رہے گی۔

و ما توفيقي إلا بالله، عليه توكلت و إليه أنيب

وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه سيدنا محمد و علىٰ آله و صحبه أجمعين

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

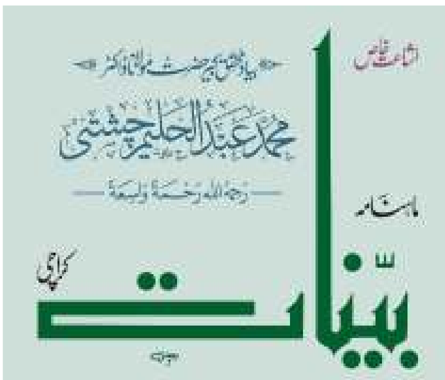

خوشخبری

اشاعتِ خاص شائع ہو کر منظرِ عام پر آچکی ہے

صفحات: 864 قیمت: 1200

رابطہ نمبر (واٹس اپ) - ایزی پیسہ و جیز کیش اکاؤنٹ
0341-3490550

سلسلۂ مکاتیب حضرت بنوریؒ

مکاتیب حضرت مولانا احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ

بنام حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ

انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم ومخلصم ،سيدي المحترم، صديقي المعظم دامت معاليكم، دُمتم بالسلامة والكرامة لخدمة العلم والدين والوطن!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کرم نامہ اگرچہ بڑی مدت واشتیاقِ بے پایاں کے بعد ملا، مگر احادیثِ لطف ومحبت، اخلاص وکرم نے ماسبق سب تلخیاں دور کردیں، جزاكم الله تعالٰى، ورضي عنكم، وأرضاكم! دل کی آواز باوجود ایک سال سے زیادہ انقطاعِ مکاتبت کے یہی تھی کہ آں محترم بھلائیں گے نہیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا، والحمد لله علٰى ذٰلك!

اب باتیں بہت کرنی ہیں، اور آپ کی مصروفیات کا خیال مانع ہے۔ خیر! مختصر یہ کہ ’’معارف السنن‘‘ کا ایک جزء دیکھا، دل باغ باغ ہوگیا، خدا کرے جلد پوری کتاب کی طباعت کا سلسلہ شروع ہو، بہت دیر کردی ہے۔ حضرت الشیخ (مولانا محمد انور) شاہ صاحبؒ بھی منتظر ہوں گے۔ جس طرح خواب میں میرے کام کے بارے میں فرمایا کہ: ’’اس نے دیر کردی۔‘‘ حالانکہ میں کیا اور میرا کام کیا! خصوصاً آپ کے تحقیقی کام کے مقابلے میں! بڑی تمنا ہے کہ آپ کی تالیف جلد سے جلد شائع ہو، اور اگرچہ اس کے مجلس (علمی) سے شائع نہ ہونے کا افسوس ہے، مگر اس (کام) کو مختصر کرنے کے میں بھی خلاف تھا... جو ہونا تھا ہوا... کمرِ ہمت باندھ کر قسط وار ہی طباعت کا سلسلہ شروع کرادیں۔ جس نہج پر آپ کا کام ہے وہ کسی نے نہیں کیا، اور نہ آئندہ توقع ہے؛ کیونکہ یہ سب حضرت شاہ صاحبؒ کے طفیل ہے، اب کام کرنے سے اندازہ ہو رہا ہے کہ سب جگہ ڈھونگ ہی ہے، ... اور میں نے کئی جگہ کھل کر تنقید کی ہے، وہ سب آپ کے سامنے آئے گی۔ آپ کو اس لیے بھی لکھ رہا

ہوں کہ اس قسم کی چیزوں پر آپ اپنی خصوصی رائے مجھے فوراً لکھ دیا کریں، اگر کوئی غلطی ہوگی تو اس کی تلافی اگلی جلدوں میں ہوتی رہے گی۔ یہ کام آپ کے سوا دوسرا نہیں کرسکتا۔

یوں میں حضرت شاہ صاحبؒ کی مراد متعین کرکے اس کو عيني (عمدة القاري)، فتح الباري وغیرہ کے ذریعہ اچھی طرح پختہ کردیتا ہوں، کل ہی جو بحث ونظر لکھی ہے وہ امام بخاریؒ کے ''باب العلم قبل القول والعمل'' پر ہے۔ مولانا موصوف (مولانا فخر الدین مرادآبادی) نے ''إيضاح البخاري'' جلد پنجم میں ۵ رصفحات اس امر کے اثبات میں لکھے ہیں کہ علم بغیر عمل کے بھی فضیلت وشرف رکھتا ہے، اور امام بخاریؒ کا مقصد یہی بتلایا ہے کہ ان لوگوں کی تردید کررہے ہیں جو علم کو بغیر عمل کے بے سود بتاتے ہیں، پھر تمام آیات وآثار ذکر کردہ امام بخاریؒ (میں سے) ہر ایک پر لکھا کہ اس میں صرف علم کا ذکر ہے، عمل کا نہیں ہے۔ میں نے کئی صفحات میں اس نظریہ کے خلاف مواد پیش کیا ہے، اور حضرت شاہ صاحبؒ کی چیزیں بھی نمایاں کی ہیں۔

میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ جو بات جس کی غلط ہوگی، اس کو اچھی طرح صاف کردوں گا، خواہ کسی کو اچھی لگے یا بری۔ ..... غرض آپ کا ہمارا وہی رنگ رہنا چاہیے جو ڈابھیل میں تھا۔ حق بات کہیں گے اور کسی کی پروا نہیں کریں گے .....۔

بہرحال آپ مجھے اپنی رائے ہر معاملہ میں بڑی بے تکلفی سے لکھ دیا کریں، اور ''صحبت نہ کند کرم فراموشی'' پر نظر رکھیں۔ جلد سوم ابھی چھپ کر آئی ہے، اس لیے غیر مجلد ہی روانہ کررہا ہوں مولانا طاسین صاحب کے نام دو نسخے (ایک ان کا ہے) اور ''ذیول'' (ذيول تذكرة الحفاظ) واپس کررہا ہوں۔ ''ذیول'' مجھے اپنے لیے اب تک نہ مل سکی۔ اسی طرح ''تاج التراجم'' (از علامہ قاسم بن قطلو بغا رحمہ اللہ) کا بے حد اشتیاق ہے، آپ نے دیکھی ہوگی، کیسی ہے؟ رجالِ حنفیہ پر کچھ اور سامان ملے تو خیال رکھیں۔ ''مقدمة كتاب التعليم'' بھی مولانا طاسین صاحب نے اب تک نہ بھیجا، نہایت منتظر ہوں۔ جلد سوم (انوار الباری) میں مولانا (ابوالوفا) افغانی اور مولانا ذاکر (مولانا ذاکر حسن صاحب پھلتی، بنگلور) کے مفصل تبصرے دیکھیں گے، ایسے تبصرے آپ کے ہونے چاہیے تھے، مگر غیر کررہے ہیں (یعنی آپ کی بنسبت غیر، ورنہ ظاہر ہے وہ بھی اپنے ہی ہیں)۔ بہرحال آئندہ کے لیے مایوس نہیں ہوں: ''شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا''!

محترمی! اطلاعاً عرض ہے کہ چوتھی جلد دہلی میں زیرِ طبع ہے، اور پانچویں جلد لکھ رہا ہوں، کتابت بھی ۶۰ رصفحات تک پہنچ گئی ہے۔ اُمید ہے کہ تین ماہ کے اندر یہ دونوں جلدیں بھی آجائیں گی، اور اس کے بعد سہ ماہی پروگرام چلے گا، ان شاء اللہ!

غرض خصوصی توجہات اور مخصوص دعاؤں کا محتاج ہوں، اور آپ کی یادآوری خصوصاً حرمین شریفین

زادهما الله شرفًا میں یاد رکھنے کا نہایت ممنون ہوں، وما هو بأول منّةٍ منكم!

والسلام ختام

احقر احمد رضا

بجنور

۵ / جولائی سنہ ۱۹۶۳ء

مکرم و مخلصم حضرت مولانا البنوري دامت فيوضُكم السامية!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاجِ گرامی! کل قبیل جمعہ ہدیۂ سَنِیّہ ''معارف السنن'' ملا، دلی مسرت کی انتہا نہ رہی؛ کیونکہ آپ نے کافی انتظار واشتیاق کے بعد اس کے دیدار سے مشرّف فرمایا، اس لیے وہ شکایت بھی شکریہ ہی میں مُدغم ہوگئی۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایک مدت کی تمنا پوری ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے گراں قدر علمی حدیثی فیوض کو وقفِ عام وخاص کیا، ورنہ مجھے ڈر تھا کہ ''مُدیرانہ'' (انتظامی) مہمّات ومشاغل کہیں اس عظیم خدمت میں رکاوٹ نہ بن جائیں۔ دوسرے مرحوم ومغفور کی بے محل اُپج اور نا قابلِ عمل شرائط بھی مایوس کرتی تھیں، لیکن خدا کی عظیم قدرت کا کون اندازہ کرسکتا ہے کہ جس امیر وکبیر نے اپنی دولت وثروت سے محروم کرکے تین فقیروں کو بے یار ومددگار چھوڑ دیا تھا، ان میں سے ایک خوش نصیب (مولانا بدرعالم میرٹھی رحمہ اللہ) مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قربِ خاص سے نوازا گیا، جو دنیا ودین کی انتہائی رفعتوں میں سے ہے، اور اس کے حدیثی فیوض بھی کسی نہ کسی طرح دنیا کے سامنے آ ہی گئے، وكفٰى به فخرًا! دوسرا (والد ماجد حضرت علامہ بنوری رحمہ اللہ) اور بھی زیادہ خوش نصیب ہوا کہ اس کو علم ودین کی اعلیٰ خدمت انجام دینے کا موقع دیا گیا، اور اس کی علمی وحدیثی فیوض بھی آب وتاب کے ساتھ شائع ہوکر طالبانِ علم ودین کے لیے آبِ حیات بنے۔ تیسرا (مکتوب نگار مولانا احمد رضا بجنوریؒ) اگرچہ ان دونوں سے کم مرتبہ تھا، تاہم خدا نے اپنی رحمت سے اس کا آخری وقت بھی اپنے کسی مقبول کام میں صرف کرادیا، اور خلافِ توقع کچھ کام کرنے کا موقع دے دیا۔ غرض حق تعالیٰ نے ہم لوگوں کے استغناء کو اس حد تک مقبول یا کارآمد بنادیا کہ اس کی توقع بظاہرِ حالات ہرگز نہ ہوسکتی تھی۔

جس وقت سے کتاب ملی ہے، برابر اسی کا مطالعہ کررہا ہوں، اگر پہلے سے ملتی تو میں گزشتہ مباحث میں بھی استفادہ کرتا۔ ''مسحِ جوربین کی بحث'' تین چار روز قبل ہی لکھی ہے، اور اس میں حافظ ابن قیمؒ کے مسلک پر رد بھی کیا ہے، جس کے لیے اشارہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے .... مل گیا۔ اور حافظ ابن تیمیہؒ بھی اسی

طرف مائل تھے، غالباً ان ہی دونوں کے اثر سے مولانا مودودی نے عرصہ ہوا کہ ہر قسم کی جرابوں پر مسح کو جائز ثابت کیا تھا، اس لیے اُن پر بھی تنقید آ گئی ہے۔ اور اس ضمن میں مولانا سعید احمد اکبر آبادی (فاضلِ دیوبند وحال ممبر دار العلوم دیوبند) کا بھی ذکرِ خیر ہوا ہے، جنہوں نے یورپ وامریکہ کے مشینی ذبیحہ کو بغیر تسمیہ کے بھی حلال طیّب لکھا ہے، اور ایک سال تک کھاتے رہے ہیں۔ ''البرہان'' میں مضمون دیکھا ہوگا۔ یہی صاحب ہندوستان کو ''دار المسلمین'' بھی قرار دے چکے ہیں، وغیرہ۔

''حديث البول في الماء الراكد'' کے ضمن میں حافظ ابن تیمیہؒ کے رجحان کی تردید اور ابن حزمؒ کے نظریہ کی اچھی طرح تردید کردی ہے؛ تاکہ ان کا صحیح مقام عام نظروں کے سامنے آجائے۔

'' تحفة الأحوذي'' (شرح جامع الترمذي للشيخ محمد عبد الرحمٰن المباركفوري رحمه الله) اور ''مرعاة'' (مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح للشيخ عبيد الله المباركفوري رحمه الله) کی خبر بھی لیتا رہتا ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ بھی ان دونوں پر نظر رکھیں گے، اور ''محلی'' (ابن حزم رحمہ اللہ) کو بھی نظر انداز نہ کریں گے۔ اس وقت آپ کو لکھنا تو رسید وشکریہ اور ہدیۂ تبریک تھا، دوسری باتیں یوں ہی آ گئیں۔

(معارف السنن کی) دوسری جلد جب چھپ جائے تو ذرا جلد بھجوا دیجیے، اب آپ کی کتاب کے حوالے ''انوار الباری'' میں آتے رہیں گے ان شاء اللہ! آپ کا رسالہ اب تک نہیں آیا، بہت عرصہ ہوا مولانا طاسین صاحب نے لکھا تھا کہ آپ نے ارسال کرنے کی ہدایت کردی ہے، اس میں اگر ''انوار الباری'' کا اشتہار اور تبصرہ وغیرہ بھی کسی سے کرادیا کریں تو اچھا ہے۔ یہاں کے حالات سے بڑی مایوسی ہے، خصوصاً صحیح قیادت نہ ہونے کے باعث، دعا کریں کہ حالات بہتر ہوں۔ ''انوار الباری'' قسط پنجم مولانا طاسین صاحب کے ذریعے جا چکی ہے، ملاحظہ سے گزری ہوگی۔ عافیت وحالات سے مطلع کریں۔

احقر احمد رضا

بجنور

۳۰؍جون سنہ ۱۹۶۴ء

پس نوشت: ''الكوكب الدّرّي'' میں قُلّتین کے مسلک کو مسلکِ حنفیہ کے ساتھ مطابقت دی گئی ہے، اور ٦x٦ بالشت مربّع جگہ میں (مساوی قُلّتین) پانی پھیلا کر اسی کو ''ماءِ کثیر'' قرار دیا ہے۔ اور حنفیہ کے بعض دلائل پر بھی نقد ہے، ''تحفة الأحوذي'' وغیرہ میں اس سے اور اسی طرح مولانا عبد الحی صاحب (لکھنوی) کی عبارات سے فائدہ اُٹھایا ہے، اور ان کو نقل کیا ہے، اس لیے آپ اس پر بھی کچھ لکھتے تو بہتر تھا، یا آئندہ کسی

مناسبت سے لکھیں۔ میں نے ٦x٦ بالشت والی تطبیق کو خلافِ مسلکِ حنفی ثابت کیا ہے، کیونکہ ٨x٨ ذراع سے ١٠x١٠ ذراع تک کے اقوال ہیں، کم سے کم والا قول بھی ٦x٦ بالشت سے بہت زیادہ ہے۔ اور مولانا عبدالحی صاحب کے بارے میں میں نے ''تقدمة نصب الراية'' کی عبارت نقل کردی ہے؛ تاکہ ان کی ہر بات ہم پر حجت نہ سمجھی جائے۔ حسبِ ضرورت ''کوکب'' (الكوكب الدرّي على جامع الترمذي مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ)، ''لامع'' (لامع الدراري على جامع البخاري از مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ) اور ''إيضاح البخاري'' (شرح اردو صحیح بخاری، افادات مولانا فخر الدین مرادآبادی رحمہ اللہ) پر بھی نقد آتا رہتا ہے۔ آپ اگر ایک نظر خواہ سرسری ہی ہو ''أنوار الباري'' پر ڈال کر مجھے اپنی رائے لکھ دیا کریں تو مجھے نہ صرف فائدہ ہو، بلکہ کتاب بھی زیادہ مفید ہوجائے، ولا يكون هو بِأوّل منّةٍ منكم يا رفيقي المحترم المكرّم، حفظكم الله ورعاكم!

کاش ''تحفة الأحوذي'' کی طرح ''معارف السنن'' بھی ''ترمذی'' کے ساتھ شائع ہوتی، اس سے اس کی شان اور بڑھ جاتی۔

..... ۞ ..... ۞ ..... ۞ .....

حج ... مظہرِ عشق و بندگی

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

الحمد للہ و سلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی، أمّا بعد:

’’وَاَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ یَاۡتُوۡكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ مِنۡ كُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ‘‘ (الحج:۲۷)

حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بحکمِ الٰہی جو صدا لگائی، اُسے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے بندگی، عبادت اور اللہ تعالیٰ سے اپنی والہانہ عقیدت و محبت کے اظہار کا ایک منفرد اور مخصوص طریقہ طے کردیا، جسے ’’حج‘‘ کہتے ہیں۔

حج کیا ہے؟ اُس کے افعال و ارکان کی حکمت و فلسفہ کیا ہے؟ اس کی حقیقت و معقولیت کا نقطہ کیا ہے؟ صوفیاءِ کرام نے سفرِ حج کو سفرِ عشق اور ارکانِ حج کو عاشقانہ وارفتگی سے تشبیہ دے کر یہ حکمت و حقیقت سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ جس طرح عاشقِ زار کے افعال و اعمال میں ظاہری معقولیت دیکھنا اور بتانا مشکل ہوتا ہے، اسی طرح افعالِ حج کے ظاہری افعال کی حکمت و معقولیت سمجھنے اور سمجھانے میں بھی دشواری پیش آسکتی ہے۔ فریضۂ حج کے ظاہری افعال و اعمال کی حقیقت و معقولیت کا اِدراک کرنے کے لیے عقلِ سلیم، فطرتِ سلیمہ اور عشقِ حقیقی کا جذبۂ صادق بنیادی شرط ہے، چنانچہ حاجی اپنے آپ اور اپنے حلیہ و لباس کو فراموش کرکے اور راہ کی مشقتوں، صعوبتوں کو بھلاکر اپنے پروردگار محبوبِ حقیقی کی یاد اور ذکر کے ساتھ زیارت و ملاقات کے جذبات سے لبریز ہوکر والہانہ وار اُس کے دَر پر حاضری دینے کے لیے بڑھتا چلا جاتا ہے، اور اپنی تمام تر حسیات اور قلبی کیفیات کے ساتھ مرکزِ تجلیات بیت اللہ پہنچ جاتا ہے، پھر مکہ سے منیٰ کا رُخ کرتا ہے، اور پھر منیٰ سے عرفات جاتا ہے، عرفات سے پھر مزدلفہ آتا ہے اور وہاں سے پھر واپس منیٰ آجاتا ہے۔

یہ آمد و رفت، یہ سرگرداں ہونا، ہر ہر جگہ جاکر اُس ایک خدائے وحدہٗ لا شریک کو پکارنا، اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں پر نادم ہونا اور اُسے منانے کے لیے رونا دھونا کہ کسی طرح اپنے محبوبِ حقیقی کو پالے۔

بظاہر اللہ ہمیں اس دنیا میں نظر تو نہیں آسکتا، لیکن اُس کے احکامات کی روشنی میں اُس کی عبادت کرکے اُسے پایا تو جاسکتا ہے۔ اُس نے ہمیں راستے اور طریقے بھی خود بتادیئے، ابھی وہاں آؤ اور اس طرح عبادت کرکے مجھے پالو، اور یہ سب کچھ کرنا اسی طریقے سے ہے جیسا رسول اللہ ﷺ نے کیا۔ اب حج کے ان سارے ارکان کو عام دنیوی سوچ اور عقل سے دیکھا جائے تو عجیب سا لگے گا، لیکن یہی اصل حقیقت ہے کہ:

میانِ عاشق و معشوق رمزیست　　کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

اس شعر سے حج کے فلسفہ کو سمجھا جاسکتا ہے، جو اس رمز کو پالیتا ہے وہی کامیاب ہوجاتا ہے۔ دور سے دیکھنے والوں کو یہ کبھی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ کراماً کاتبین سے اس شعر میں فرشتے مراد نہیں ہیں، بلکہ اس سے مراد اُس عاشقانہ کیفیت سے ناآشنا لوگ ہیں، جب تک وہ اس جذبے کے اندر نہ اُتریں وہ اس کو کبھی نہیں سمجھ سکتے۔ جب وہ اس عشقِ حقیقی کے اندر ڈوب جائیں گے تبھی ان کو پتہ چل سکے گا:

أمر على الديار ديار ليلى　　أقبل ذا الجدار و ذا الجدارا

وما حب الديار شغفن قلبي　　ولٰكن حب من سكن الديارا

معشوق کے گھر یعنی خدا اور اس کے راستے سے گزرنے کی بھی ایک راحت اور فضیلت ہے۔ شاعر نے یہی جذبہ اس شعر میں پیش کیا ہے، معشوق کے در و دیوار سے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار اور ساتھ ساتھ در و دیوار کی حقیقت کو بھی بیان کیا کہ معشوق کے بغیر اُن کی بذاتِ خود کوئی حیثیت نہیں ہے، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجرِ اسود کو خطاب کرکے کہا کہ: ''اے پتھر! میں جانتا ہوں تیری حقیقت کچھ نہیں ہے، اگر میں نے اپنے حبیب ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔'' ان جگہوں کی وقعت اور حیثیت ان افضل اور مقدس ترین ہستیوں کی وجہ سے ہوئی جو یہاں آئے اور یہاں سے گزرے۔

حج کا جو قافلہ ہوتا ہے یہ عُشاق کا ٹولہ ہوتا ہے، اس کارواں میں بعض حقیقی عاشق ہوتے ہیں اور بعض ظاہری، اسی وجہ سے نوازنے کے اعتبار سے فرق بھی ہوتا ہے، کسی کو خدا ملتا ہے اور کوئی وقت گزاری کرکے خالی ہاتھوں لوٹ جاتا ہے اور اس کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ جو شخص حج کو اس کی حقیقی روح اور مقصد کے ساتھ ادا کرتا ہے تو گویا وہ خدا کو پالیتا ہے، اُس کی زندگی کی کایا پلٹ جاتی ہے، اور جس کو خدا نہیں ملتا وہ تہی داماں ہوکر واپس آتا ہے، اور جو پالیتا ہے تو وہ گویا معصوم نومولود بچے کی طرح ہوجاتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

''عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : مَنْ حَجَّ لله، فلم يرفث ولم يفسق رجع كيومِ ولدته أُمُّه.''

(بخاری، ج:۱، ص: ۱۳۴، باب فضل الحج المبرور، طبع: الطاف سنز)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے محض اللہ کی رضا کے لیے حج کیا اور اس حج میں گالم گلوچ نہ کی اور نہ ہی گناہ و فسق و فجور کیا تو وہ (حج کے بعد گناہوں سے پاک صاف ہوکر) ایسے واپس لوٹتا ہے، جیسے آج ہی کے دن اس کی ماں نے اُسے جنا ہو۔''

جیسے رات کے آخری وقت میں اُٹھ کر مانگنا ہے۔ نیک، عبادت گزار، تہجد گزار لوگ رات کے آخری وقت میں اُٹھ کر اللہ سے مانگتے ہیں، کیونکہ اس وقت اللہ نے خود کہا ہے: ''میں اس وقت آسمانِ دنیا پر موجود ہوتا ہوں، قریب ہوتا ہوں۔'' اس لیے بندہ جا کر اللہ سے مانگتا ہے، تو ایسے ہی حج کے اندر اللہ نے کہا کہ: میں اس دن فلاں وقت عرفات میں موجود ہوں گا، اور اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کروں گا۔ عاشقِ حقیقی کو یقین ہوتا ہے کہ: اللہ نے کہا ہے کہ عرفہ کے دن میں میدانِ عرفات میں موجود ہوں گا، چنانچہ حاجی مسجدِ حرام (جس کی اتنی فضیلت ہے کہ وہاں ادا کی جانے والی ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے) کی بجائے وہاں پہنچ جاتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور پھر فرشتوں کے سامنے حاجیوں پر فخر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ: ذرا میرے بندوں کی طرف تو دیکھو! یہ میرے پاس پراگندہ بال، گرد آلود اور لبیک و ذکر کے ساتھ آوازیں بلند کرتے ہوئے دور دور سے آئے ہیں، میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اُنہیں بخش دیا۔ یہ سن کر فرشتے کہتے ہیں کہ پروردگار! ان میں فلاں شخص وہ بھی ہے جس کی طرف گناہ کی نسبت کی جاتی ہے اور فلاں شخص اور فلاں عورت وہ بھی ہے جو گناہ گار رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: میں نے اُنہیں بھی بخش دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسا کوئی دن نہیں ہے جس میں یومِ عرفہ کے برابر لوگوں کو آگ سے نجات کا پروانہ عطا کیا جاتا ہو۔''

پھر اللہ نے جب حکم دیا کہ عرفات سے مزدلفہ آجاؤ، اب تم مجھے وہاں پاؤ گے تو پھر سب وہاں پہنچ گئے، پھر اس کے بعد دوبارہ منیٰ واپسی کا حکم دیا کہ اب وہاں کچھ راتیں گزارو۔ منیٰ ''أمنیات'' (امیدوں) سے ہے، منیٰ میں موجود رہ کر اللہ کو مناتے رہو، اللہ سے امیدیں باندھو۔ منیٰ کا قیام ہمارے لیے ترغیب اور تربیت ہے، دنیا کے ساتھ اپنی تمنائیں اور اُمیدیں نہ باندھے، دنیا میں اپنی خواہشات کو نہ ڈھونڈے، غیر اللہ کے ساتھ اُمیدیں نہ باندھے، بلکہ صرف ایک ذات کو اپنی اُمید کا مرکز و محور بنالے، اُس ایک ذات

سے مانگے اور دعائیں کرتا رہے اور منیٰ میں رہ کر شیطان کو دھتکارتا رہے اور مارتا رہے۔ ایک طرف اللہ نے منیٰ میں عبادات اور دعاؤں کا حکم دیا، اس کے ساتھ ہی شیطان کو جا کر کنکریاں مارنے کا حکم بھی دیا۔ اگر ان ارکان کو اُن کی صحیح روح اور حقیقت کے ساتھ ادا کیا جائے تو اس کا بہت گہرا اثر انسان کی زندگی پر پڑتا ہے، اور پھر ساری زندگی ان شاء اللہ! اسی طرح وہ شیطان کو دھتکارتا رہے گا اور اللہ سے مانگتا رہے گا۔

یہ ایک عام خیال ہے کہ بس توفیق مل گئی، یہی اصل ہے۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ ''بلاوا تو نصیب والوں کا ہوتا ہے۔'' اب وہ صاحبِ نصیب توفیق ملنے کے بعد یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ اب میں یہاں آ گیا ہوں، جیسے چاہے وقت گزاروں، سب قبول ہے۔ توفیق یا نصیب کا مل جانا یہ یقیناً سعادت مندی کی علامت ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ احتیاط اور ڈر بھی ضروری ہے۔ اگر قدر دانی اور شکرِ نعمت ہوگا تو اس توفیق میں مزید اضافہ بھی ہوگا۔ بعض بزرگوں کے بارے میں سنا گیا، وہ فرمایا کرتے تھے کہ: حج سے ڈرنا چاہیے۔ حج سے اس لیے ڈرنا چاہیے کہ اگر آپ حج اس مقصد اور مطلوبہ کیفیت کے ساتھ نہیں کر رہے تو وہ نجات کا ذریعہ بننے کی بجائے سوہانِ روح اور وبالِ جان بن جاتا ہے۔ جو شخص محض شہرت، تفریح، نام وری، ریا کاری اور دکھلاوے کی غرض سے حج کرے گا تو وہ کہاں سے خدا کو پا سکے گا؟! ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ میری اُمت کے مال دار سیر وتفریح کے لیے حج کریں گے اور بیچ کے درجہ کے لوگ تجارت کے لیے کریں گے۔ اُن کے علماء اور پڑھے لکھے ریا، شہرت اور نام وری کے لیے کریں گے اور غریب لوگ سوال (مانگنے) کے لیے کریں گے۔'' (القریٰ: ص: ۳۱)

حج کیفیات کے ساتھ ہے، اس لیے دورانِ حج مقصد اور کیفیات کا احساس بار بار ہونا چاہیے، اس کی فکر کرنی چاہیے، لوگ بھول جاتے ہیں۔ شیطان تو ہر وقت انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے، وہ اُسے گمراہ کرنے سے کبھی غافل نہیں رہتا۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ بس بلاوا آ گیا، توفیق مل گئی تو خوش ہو گئے کہ اب میں یہاں پہنچ گیا ہوں، اب جو کروں جیسے کروں، وہ سب قبول ہے۔ اگر یہ تصور اور سوچ ہے تو یہ بھی شیطان ہی کا دھوکہ ہے اور شیطان کے انہی حملوں سے بچنا یہ بھی حج کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے۔ دورانِ حج غفلت، بے توجہی اور لاپروائی کی وجہ سے ہم کتنے غیر شرعی کام کر لیتے ہیں: سب سے پہلے حج کو جاندار انسانی تصویروں اور فلموں سے سمجھا جاتا ہے، وہاں پہنچنے کے بعد بھی ٹی وی دیکھتے رہتے ہیں۔ نمازوں کے ادا کرنے میں کوتاہی، جماعت کی پابندی میں کوتاہی، اِحرام باندھنے کے بعد بجائے تلبیہ وذکر اللہ کے غیبت، گناہ، منکرات ومنہیات کا ارتکاب، نامحرم عورتوں سے اختلاط، عورتوں کی بے پردگی، بدنظری اور دیگر کئی

گناہ حج کے دوران سرزد ہورہے ہیں۔ ان گناہوں کے اثر سے دل کی وہ کیفیت ہوجاتی ہے کہ جو ملنا ہوتا ہے وہ نہیں ملتا۔ یقیناً توفیق اس انسان کو بھی ملی ہے، لیکن یہ گناہوں کے ذریعے اپنی توفیق کو ضائع کرکے محروم ہورہا ہے۔ عبادات کے ذریعے مرتب ہونے والے فوائد وثمرات کی حفاظت کے لیے گناہوں سے بچنا سخت ضروری ہے۔ اگر پرہیز کے ساتھ حج ہوگا تو حج کا فائدہ بھی ظاہر ہوگا۔ اگر گناہ اور منکرات ومنہیات سے پرہیز نہ کیا اور جو توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی تھی، اُس کی کما حقہ قدر نہیں کی تو پھر وہ شیطان کے حملوں سے نہیں بچا۔ شیطان کے حملے اسی طرح جاری رہیں گے اور وہ اپنا کام کرتا رہے گا۔

اگر ایک آدمی صاحبِ استطاعت ہونے کے باوجود فرض حج نہیں ادا کرتا تو یہ ناشکری اور ناقدری ہے۔ گویا عملی طور پر وہ خدا کو اپنی عدمِ احتیاج کا اظہار کررہا ہے کہ مجھے تو آپ کی ضرورت ہی نہیں، حالانکہ اُسے مال واسباب سے جو نوازا گیا تھا وہ اس لیے تھا کہ اب تم میری طرف آجاؤ، لیکن تم نہیں آئے۔ یہ تو اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے صرف صاحبِ استطاعت پر اور وہ بھی زندگی میں صرف ایک مرتبہ حج فرض کیا ہے، حدیث میں آتا ہے:

’’عن عليؓ: من ملك زاداً و راحلةً تبلغه إلٰى بيت الله الحرام فلم يحج فلا عليه أن يموت يهودياً أو نصرانياً.‘‘ (ترمذی، ج:۱، ص:۱۰۰)

ترجمہ: ’’حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے پاس سفرِ حج اور بیت اللہ تک پہنچنے کے لیے سواری کا انتظام ہو اور پھر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں اس بات میں کہ وہ یہودی ہوکر مرجائے یا نصرانی ہوکر مرے۔‘‘

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’من أراد الحج فليتعجل.‘‘ (ابوداؤد، ج:۱، ص:۲۴۲)

ترجمہ: ’’جس نے حج کا ارادہ کرلیا تو اب اُسے چاہیے کہ وہ جلدی کرے۔‘‘

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ جب فرض حج ادا ہوگیا تو اب نفلی حج کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی حیاتِ طیبہ میں ایک ہی دفعہ حج کیا۔ غور کیا جائے تو یہ بھی خدا کا اُمت پر احسان ہے کہ اس نے صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک ہی مرتبہ حج فرض قرار دیا کہ ہاں! اگر ایک دفعہ بھی تم نے حج کرکے اپنے رب کو پالیا اور تمہاری زندگی تبدیل ہوگئی تو یہ بھی تمہارے لیے کافی ہے، ورنہ جس کو اللہ نے ہمیشہ نوازا ہے، اگر وہ کامل زندگی بھی اس راستے میں لگادے اور بار بار حج کرتا رہے تو بھی حق نہیں ادا

ہوسکتا، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''عن عبد الله قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :تابعوا بين الحج والعمرة، فإنهما ينفيان الفقر والذنوب كما ينفي الكير خبث الحديد والذهب والفضة وليس للحجة المبرورة ثواب إلا الجنة.'' (ترمذی،ج:۱،ص:۱۶۷)

ترجمہ:''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:''پے در پے حج وعمرے کیا کرو، کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کو صاف کر دیتی ہے، اور حجِ مبرور کا ثواب صرف جنت ہے۔''

یہ بات بھی زبان زَد عام ہے کہ نفلی حج کی بجائے اس رقم سے کسی غریب اور مستحق کی ضرورت کو پورا کر دیا جائے تو وہ زیادہ بہتر ہے۔ اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے، ایک مد ہے زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ، جس کا مستحق ایک غریب اور ضرورت مند ہی ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ صدقاتِ نافلہ بھی ہیں، مثلاً: انسان کا اپنی ذات پر خرچ کرنا، اپنی اولاد واہل وعیال پر خرچ کرنا، کسی کو ہدیہ تحفہ دے دینا، کسی کی دعوتِ طعام کر دینا، کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا اور کوئی کارِ خیر کرنا، یہ تمام صدقاتِ نافلہ ہیں۔ صدقاتِ نافلہ میں انسان کو اختیار ہے، دل چاہے تو یہ کر لے اور دل چاہے تو وہ کر لے۔ صدقاتِ واجبہ کو صدقاتِ نافلہ کے ساتھ خلط نہیں کرنا چاہیے۔ غریب اور ضرورت مند کے لیے تو اللہ نے صاحبِ نصاب پر ہر سال زکوٰۃ اور صدقۂ فطر فرض کیا ہے، جو صاحبِ نصاب کو ہر سال اور ہر حال میں ادا کرنا چاہیے۔ صاحبِ استطاعت' نفلی حج، زکوٰۃ یا صدقاتِ واجبہ کی رقم سے تو ادا نہیں کر رہا اور نہ ہی کر سکتا ہے۔ اگر ایک صاحبِ حیثیت زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ ادا کر رہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بطورِ صدقۂ نافلہ اللہ کے راستے میں اس کے قرب کی خاطر حج ادا کر رہا ہے تو یہ بھی شریعت کے تقاضے کے مطابق ہے۔ صدقاتِ نافلہ میں انسان جہاں بھی خرچ کرے وہ کارِ خیر ہے اور ایک کارِ خیر کو دوسرے پر وقتی حالات اور ضرورت کے پیشِ نظر ترجیح تو دی جاسکتی ہے، لیکن کسی ایک ہی کو افضل سمجھ لینا یا ان کارہائے خیر میں باہمی تقابل کرنا یہ مناسب نہیں ہے۔ بسااوقات یہ شیطان کا دھوکہ بھی ہوتا ہے کہ انسان یہ سوچتا ہے کہ فلاں نیک کام ابھی نہیں کرنا، بعد میں کرلوں گا، ابھی کوئی دوسرا نیک کام کر لیتا ہوں، پہلا کارِ خیر مؤخر کر دیا اور اس کا وقت گزر گیا اور دوسرا نیک کام جس کا ارادہ کیا تھا پھر وہ بھی نہ کر سکا، چنانچہ اس سوچ کی وجہ سے وہ کارِ خیر سے ہی محروم ہوجاتا ہے۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ یا صدقاتِ واجبہ مالی عبادات کی قبیل سے ہیں، جبکہ حج مالی اور جانی

دونوں قسم کی عبادت ہے۔ بسا اوقات تن آسانی کے لیے بھی شیطان اس طرح ورغلاتا ہے، کیونکہ حج دراصل مشقت کا نام ہے۔ ہزاروں سہولیات واسباب بڑھنے کے باوجود آج تک وہ مشقت ہر دور کے اعتبار سے برقرار ہے۔ یہ مشقتیں بھی حج کے اجر کو بڑھاتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے حجِ قِران ادا فرمایا تھا، یعنی ایک سفر اور ایک احرام کے اندر دو عبادتوں کو جمع کرنا، اس میں مشقت بھی زیادہ ہے اور ثواب بھی زیادہ ہے، اسی لیے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قِران کو افضل کہا ہے۔ غرض تن آسانی کی وجہ سے بھی یہ دھوکہ ہوجاتا ہے۔

اکثر لوگوں کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ حج تو بڑھاپے کی عبادت ہے، ابھی جوان ہیں، جب گناہوں سے مکمل توبہ کرلیں گے تب جا کر حج کریں گے۔ تو یہ بھی درحقیقت شیطان ہی کا دھوکہ ہے، گویا کہ اس سوچ اور فکر سے یہ بات طے کرلی ہے کہ ہم نے ابھی مزید گناہ کرنے ہیں۔ یہ سوچ بذاتِ خود بہت بڑا گناہ ہے کہ اس نیت سے اپنے آپ کو حج فرض سے روک لیا۔ جب حج کو اس کی حقیقی روح، مطلوبہ کیفیات اور مقاصد کے ساتھ گناہوں سے بچتے ہوئے اور خالص توبہ کرتے ہوئے ادا کیا جائے تو یقیناً ان شاء اللہ! سابقہ گناہ بھی معاف ہوجائیں گے اور آئندہ زندگی بدل جائے گی۔ حجِ مبرور کہتے ہی اس کو ہیں کہ جس سے زندگی تبدیل ہوجائے۔ پھر اگر نیت خالص ہوگی اور انسان بالارادہ و بالاختیار گناہوں سے بچے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اُسے گناہوں سے بچنے کی توفیق دیں گے۔ جس کی یہ سوچ ہے کہ حج بڑھاپے کی عبادت ہے تو گویا اس نے حج کا فلسفہ ہی نہیں سمجھا۔

حج جیسے عظیم الشان اجر وثواب اور فضیلت کے باوجود کتنے لوگ ایسے ہیں جن پر حج فرض ہے، لیکن وہ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے نہیں جاتے۔ کوئی بیوی بچوں کی تنہائی کا بہانہ بناتا ہے تو کوئی روپے پیسے اور مال ودولت کے خرچ پر نکتہ چینی کرتا ہے۔ کوئی دکان اور کاروبار کے اُجڑ جانے کا اندیشہ ظاہر کرتا ہے تو کوئی بیٹوں اور بیٹیوں کی شادی کا ہمالیہ کھڑا کردیتا ہے اور کوئی طویل صعوبتوں اور مشقتوں سے خوف زدہ نظر آتا ہے۔ یہ سب اندیشے، وسوسے، خیالات اور توہمات اُنہی لوگوں کا حصہ اور نصیب ہیں جن کے دل ودماغ عشقِ الٰہی سے خالی اور بیت اللہ کی عظمت وبرکات سے بے بہرہ ہیں، ورنہ کون کلمہ گو انسان ایسا ہوگا جو انوارات وتجلیات کے اس عظیم ترین مرکز اور بے بہار رحمتوں اور برکتوں کے خزانہ سے دور رہنا گوارہ کرسکے؟ فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ۔

..... ❀ ..... ❀ ..... ❀ .....

سپریم کورٹ میں مبارک احمد ثانی (قادیانی) کیس کی سماعت!

آنکھوں دیکھا حال

مولانا اللہ وسایا
مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

❶۔اتفاق کی بات ہے ۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو دو ہزار قادیانی جنونی نوجوانوں نے قادیانی چیف گروہ مرزا طاہر کی قیادت میں چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر مسلمان طلباء کو مارا پیٹا، زخمی کیا، ان کی ہڈی پسلی، ہنسلی ایک کردی، جس کے ردِعمل میں تحریکِ ختم نبوت ۱۹۷۴ء چلی اور قادیانی قومی اسمبلی سے متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔

❷۔ٹھیک پچاس سال بعد ۲۹؍مئی ۲۰۲۴ء کو سپریم کورٹ کے بینچ نمبر:۱ میں قادیانی ملزم مبارک ثانی کی ضمانت کے فیصلہ پر نظر ثانی کے کیس کی سماعت ہوئی۔

❸۔سماعت تین رکنی سپریم کورٹ کے بینچ نے کی، جس کے سربراہ چیف جسٹس آف پاکستان جناب عزت مآب قاضی فائز عیسیٰ تھے۔ اراکین جناب جسٹس عرفان سعادت خان اور جناب جسٹس نعیم اختر افغان تھے۔

❹۔اس کیس کا کازلسٹ میں چھٹا نمبر تھا، اپنے نمبر پر کیس کی سماعت کا آغاز ہوا۔

❺۔سپریم کورٹ کا عدالت نمبر:۱ کا پورا ہال وکلاء، علماء اور مختلف مسالک کے قائدین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ بعض حضرات جگہ نہ ملنے کے باعث ہال میں کھڑے رہے۔ عدالتی کارروائی کے دوران پورا دن یہ کیفیت آخر تک برقرار رہی۔

❻۔ملی یکجہتی کونسل کے ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، مولانا سید حسین الدین شاہ مہتمم جامعہ نعیمیہ، مجلس ختم نبوت کے خادم فقیر راقم (اللہ وسایا)، سندھ اہلِ سنت کے نمائندہ، جناب مفتی محمد حنیف قریشی، مولانا عزیز کوکب، کرسیوں کی پہلی رو میں تھے۔ مولانا مفتی عبدالسلام، مولانا محمد طیب فاروقی، مولانا مفتی عبدالرشید، مولانا قاضی ہارون الرشید، مولانا عبدالوحید قاسمی، جناب ڈاکٹر عمار خان ناصر، جمعیت اہلِ

حدیث کے حافظ مقصود، قاری تنویر احمد احرار اور دیگر تمام مسالک و جماعتوں کے رہنماؤں کی بھی بھرپور نمائندگی موجود تھی۔ مہمانوں اور نامی گرامی وکلاء سے کمرۂ عدالت بھرا ہوا تھا۔

مقدمہ کے مدعی جناب حسن معاویہ اپنے وکلاء کی ٹیم کے ہمراہ، جماعتِ اسلامی کے وکیل جناب شوکت عزیز صدیقی، جمعیت علماء اسلام کے وکیل جناب کامران مرتضیٰ، سینیٹر وسینئر قانون دان جناب چوہدری غلام مصطفیٰ ایڈووکیٹ، جناب فضل الرحمٰن خان، جناب سیف اللہ گوندل ایڈووکیٹ، جناب سعید بھٹہ ایڈووکیٹ، جناب طارق صاحب ایڈووکیٹ تلہ گنگ کے علاوہ درجنوں وکلاء موجود تھے۔ سپریم کورٹ میں داخلے کے لیے محدود پاس جاری کیے گئے۔ باقی بچ جانے والے پورا دن باہر رہے، ان کا بھی خاصا رش رہا۔

❼ ۔ چھٹے نمبر پر کیس کی سماعت کے آغاز پر جناب چیف جسٹس صاحب نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو اجتماعی پانچ اداروں کی رائے ہے اسے زیرِ سماعت لائیں گے۔ پھر دوسرے ادارے جن سے رائے مانگی گئی ان کو سنیں گے۔ ترتیب لگانے کے لیے فائل عدالتی عملہ کے ذمہ لگادی گئی اور دوسرے کیسوں کی سماعت شروع کردی گئی۔ عدالتی وقفہ کے بعد پھر اس کیس کی باری آئی۔ مجموعی طور پر تسلسل کے ساتھ چار گھنٹے کے لگ بھگ اس کیس کی سماعت ہوئی۔

❽ ۔ وفاق المدارس العربیہ کے سربراہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے عدالتی حکم پر نظرِ ثانی کے کیس پر ایک جامع رائے کئی صفحات پر لکھی، دارالعلوم کراچی کے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی، جامعہ نعیمیہ کراچی کے حضرت مولانا مفتی منیب الرحمٰن، جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے حضرت مولانا محمد یٰسین، جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد، قرآن اکیڈمی (قائم کردہ ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم) ان پانچ اداروں نے متفقہ طور پر مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کی رائے پر دستخط کردیئے تھے۔ اسلامی نظریاتی کونسل، عروۃ الوثقیٰ لاہور، جامعہ المنتظر لاہور، جامعہ محمدیہ بھیرہ نے اپنی اپنی آراء علیحدہ علیحدہ ارسال کیں۔

❾ ۔ سپریم کورٹ نے جن دس اداروں سے اس کیس کی رائے طلب کی تھی۔ دس میں سے ۹ ادارے اس رائے پر متفق تھے کہ چیف جسٹس کا قادیانی مبارک ثانی کیس کی ضمانت کا فیصلہ درست نہیں، تصحیح طلب اور حک واضافہ کے قابل ہے، گورنمنٹ پنجاب کے ایڈووکیٹ جنرل، مدعی کے وکلاء اور دیگر تیس کے لگ بھگ ادارے یا شخصیات جو نظرِ ثانی میں فریق تھے، سب تحریری وتقریری طور پر متفق تھے کہ عدالتی فیصلہ درست نہیں، اس کے صحیح ہونے پر ایک بھی رائے نہ آئی۔

❿ ۔ چنانچہ خود چیف جسٹس صاحب آف پاکستان نے سماعت کے دوران آبزرویشن دی کہ ’’اس فیصلہ میں سپریم کورٹ نے ممکن ہے کہ اختیارات کے حدود سے تجاوز کیا ہو۔‘‘

⓫ ۔ سپریم کورٹ نے جن دس اداروں سے رائے مانگی، ان اداروں نے فیصلہ کو غیر درست قرار دیا۔

البتہ ایک ادارہ جناب غامدی کا قائم کردہ المورد نے اقرار کیا کہ یہ ادارہ کوئی دارالافتاء نہیں، چند مختلف الخیال افراد اس میں شامل ہیں۔ البتہ انہوں نے اپنے جواب میں جناب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور جناب امین احسن اصلاحی کی تحریرات لگائیں، حالانکہ ان کا کیس سے قطعاً کوئی تعلق نہ تھا اور ان تحریرات کو لف کرنا بددیانتی اور دجل پر مبنی قرار دیئے بغیر چارہ نہیں۔ البتہ جناب غامدی صاحب اور عمار خان ناصر صاحب کی کتب ومضامین کے صفحات کے فوٹو ساتھ لگائے گئے۔ جناب غامدی صاحب کی انفرادی رائے جو اُمت کے متفقہ اور اجماعی موقف کے یکسر خلاف اور قادیانیت کی سہولت کاری پر مشتمل ہے، مثلاً غامدی صاحب قادیانیوں کو غیرمسلم نہیں کہتے، وہ قراردادِ مقاصد کے آئین کا حصہ بننے کے خلاف ہیں، وہ پاکستان کے نام کے ساتھ ’’اسلامی مملکت‘‘ کے الفاظ لکھنے کے خلاف ہیں کہ سٹیٹ کا مذہب سے تعلق نہیں۔ یہ چیزیں غامدی صاحب کی اپنی رائے ہیں جو دستوری وقانونی لحاظ اور اُمت کے اِجماعی موقف سے بظاہر متصادم ہیں، اس لیے ان سے رائے لینے پر کئی سوال اُٹھتے ہیں کہ ملک کے آئین سے اتفاق نہ کرنے والوں سے رائے لینا ’’چہ معنی دارد!‘‘

⓬۔ دورانِ سماعت ڈاکٹر فرید پراچہ روسٹرم پر آئے اور بیان دیا: مولانا مودودی صاحب قادیانیوں کو غیرمسلم مانتے تھے، ان کی تحریرات کو ادارہ المورد کا اپنے موقف کے ساتھ شامل کرنا بددیانتی ودجل اور بانیِ جماعت کو بدنام کرنے کی گھناؤنی سازش ہے، جس کی میں پرزور مذمت کرتا ہوں۔ اس سے المورد کا قادیانیوں کی سہولت کاری میں گھناؤنا عمل ڈاکٹر فرید پراچہ نے پارہ پارہ کرکے رکھ دیا۔

⓭۔ دورانِ سماعت جسٹس عرفان سعادت خان نے بلند آواز میں کلمۂ توحید اور کلمۂ شہادت پڑھ کر ریمارکس دیئے کہ بینچ میں شامل تمام ججز حضور نبی کریم ﷺ کی ختمِ نبوت پر مکمل ایمان رکھتے ہیں۔ اس بات کی چیف جسٹس آف پاکستان اور جناب جسٹس سعادت خان نے تائید کی اور دہرایا بھی۔ اس وقت سپریم کورٹ کا ایوان ختمِ نبوت کے اقرار کی برکات کا محل نظر آتا تھا۔ یہ انہوں نے اپنے جذبۂ ایمانی اور اسلامی حمیت سے فرمایا، کسی نے ان سے مطالبہ نہ کیا تھا۔ انگریزی اخبارات نے رپورٹنگ میں غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

⓮۔ چیف جسٹس نے سورۂ احزاب کی آیت کا حوالہ دے کر آبزرویشن دی کہ بات ختم، اس آیت کا جو منکر ہے وہ مسلمان نہیں، نبی اکرم ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے میں دورائے نہیں ہوسکتی، نہ اس سے زیادہ بات ہوسکتی ہے اور نہ اس قرآنی آیت کی کوئی اور تشریح ہوسکتی ہے۔ جناب چیف جسٹس صاحب کی اس آبزرویشن پر پورے ایوان میں بشاشت پھیل گئی۔

⓯۔ ایک موقع پر ملزم مبارک احمد ثانی کے وکیل نے الزام لگایا کہ ایک خاص کمیونٹی کے خلاف کام کرنا اور مقدمے درج کرانا مدعیِ مقدمہ کا پیشہ ہے، جس پر عدالت نے وکیل کو جواب دیا اور جسٹس عرفان سعادت خان نے ریمارکس دیئے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ یہ کام تحفظِ ناموسِ رسالت (ﷺ) کے لیے کررہا ہو۔

جسٹس عرفان سعادت خان کے ریمارکس پر کمرۂ عدالت تالیوں سے گونج اُٹھا۔

⓰ ۔شمالی وزیرستان میں لڑکیوں کے سکول کو جلانے کا معاملہ بھی عدالت میں اُٹھایا گیا اور کہا گیا کہ علماء کرام اس کی مذمت کیوں نہیں کرتے؟ روسٹرم پر موجود علماء کرام نے ایک آواز میں کہا کہ ایسا کرنا ظلم ہے اور ہم اس کی مذمت کرتے ہیں، اس میں کوئی دورائے نہیں، اسے ہمارے سر نہ لگایا جائے، اس پر عدالت نے خوشی سے سکوت اختیار کرلیا۔

⓱ ۔ دورانِ سماعت جب زیرِ بحث کیس کے فیصلہ کو چیف جسٹس صاحب کا فیصلہ کہا گیا تو انہوں نے اپنی طرف اس فیصلہ کے انتساب کی بجائے عدالت کا فیصلہ کہنے کا فرمایا۔

⓲ ۔ پنجاب حکومت کے وکیل نے عدالتی فیصلے کے پیراگراف نمبر:۸ تا ۱۰ پر نظرِ ثانی کی استدعا کی اور موقف اختیار کیا کہ تفسیرِ صغیر میں قرآن کریم کی تحریف کی گئی ہے، مذکور کتاب تفسیر نہیں، بلکہ تحریفِ قرآن ہے۔

⓳ ۔ مدعیِ مقدمہ کے وکیل نے دلائل دیتے ہوئے موقف اپنایا کہ آئین کے آرٹیکل ۲۰ اور ۲۲ کا اطلاق؛ قادیانیت، جماعتِ احمدیہ اور لاہوری گروپ پر نہیں ہوتا، کیونکہ یہ اسلام کا لبادہ پہن کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور قانون کے تحت ان پر علی الاعلان عوامی مقامات پر اپنے عقائد کی ترویج وتبلیغ کی پابندی ہے۔ قادیانی مبارک احمد کے قادیانی وکیل نے بتایا کہ جب ۲۰۱۹ء میں تفسیرِ صغیر کی تقسیم کا واقعہ پیش آیا، اس وقت قانون کے تحت یہ جرم نہیں تھا، تفسیرِ صغیر پر پابندی ۲۰۲۱ء میں لگی۔ اس پر سرکاری وکیل نے کہا کہ ۲۰۱۱ء میں بھی قرآن مجید کی تحریف پر مبنی اشاعت جرم تھی۔ عدالت نے اس سے اتفاق کیا تو قادیانی وکیل کی کیفیت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

⓴ ۔ کیس کی سماعت شروع ہوئی تو چیف جسٹس نے کہا کہ دارالعلوم کراچی، جامعہ نعیمیہ کراچی، قرآن اکیڈمی لاہور، جامعہ سلفیہ، جامعہ امدادیہ فیصل آباد پانچ اداروں نے مشترکہ جواب جمع کیا ہے۔ پہلے اسے اور اس کے بعد باقی مذہبی مکتبۂ فکر کے اداروں کا جواب سنیں گے۔ مذکورہ اداروں کے مشترکہ جواب کو جامعہ نعیمیہ کے نمائندے مولانا پیر سید حسنین شاہ صاحب کے صاحبزادہ مولانا مفتی حبیب الحق نے پڑھ کر سنایا، جس میں عدالتی فیصلے کے پیراگراف نمبر آٹھ سے دس تک پر نظرِ ثانی کی استدعا کی گئی تھی اور موقف اختیار کیا گیا تھا کہ عدالت نے اپنے فیصلے میں جن قرآنی آیات کا حوالہ دیا ہے، اس کا اس مقدمے سے کوئی تعلق نہیں۔ مشترکہ جواب میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ ملزم کا معاملہ ٹرائل کورٹ پر چھوڑ دیا جائے اور سپریم کورٹ کے کسی آبزرویشن سے متاثر ہوئے بغیر ٹرائل کورٹ کو قانون اور حقائق کے مطابق فیصلہ کرنے دیا جائے۔

㉑ ۔ جب متفقہ بیان پڑھا جارہا تھا کہ ’’قرآنی آیت حذف کردی جائے‘‘ تو چیف جسٹس نے کہا کہ: ’’قرآنی آیت حذف کردی جائے؟‘‘ تو بیان پڑھنے والے نے کہا کہ: ’’اس فیصلہ میں غیر محل بے موقع جو آیت درج ہے، وہ اس فیصلہ سے حذف کردی جائے۔‘‘ تو معاملہ صاف ہوگیا۔

㉒۔ ہر شخص پر واضح ہوا کہ پانچ اداروں کی متفقہ رائے نے اس خدشہ کا راستہ بند کردیا ہے کہ مختلف اداروں کے اختلافِ رائے سے غیر درست فیصلہ کے لیے کوئی راستہ نکالا جائے گا۔

㉓۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے عدالت میں اپنی رائے پر مشتمل بیان جمع کرایا ہوا تھا۔ اس کو پڑھنے اور پیروی کے لیے مفتی انعام اللہ، مفتی غلام ماجد اور ڈاکٹر عمیر صدیقی صاحب روسٹرم پر آئے۔ مؤخرالذکر اب نظریاتی کونسل کے رکن نہیں، مگر ان کو متفقہ طور پر اسلامی نظریاتی کونسل کا بیان پڑھنے کے لیے کہا گیا۔ چیف جسٹس نے اعتراض کیا اور آبزرویشن دی کہ اسلامی نظریاتی کونسل قرآن وسنت کی روشنی میں معاملے پر بات کرے، قانونی پہلو دیکھنے کے لیے عدالت اور وکلاء موجود ہیں۔ چیف جسٹس نے کہا: ہم ایک دوسرے کی حدود وقیود سے آگاہ ہیں، اسلامی نظریاتی کونسل کا کام شرعی پہلو کو دیکھنا ہے، جب کہ قانون کی تشریح عدالت کا کام ہے۔

㉔۔ نظریاتی کونسل کے نمائندہ نے اپنے بیان میں قانون کا حوالہ دیا تو چیف جسٹس صاحب نے کہا کہ پھر قانون کی بات کرتے ہو؟ اس پر پیچھے سے ایک وکیل نے کہا کہ کیا عدالت یا وکیل کے علاوہ کوئی قانون کا حوالہ بھی نہیں دے سکتا؟ تو اس پر خاموشی ہوگئی۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اسی نظریاتی کونسل کے نمائندہ سے عدالت نے آئین وقانون کی مختلف دفعات پڑھنے کا حکم دیا اور انہوں نے بڑے اعتماد سے پڑھیں، اس پر پھر کسی نے پیچھے سے کہا کہ اب عدالت و وکیل کے علاوہ قانون سے استدلال کرنا اوروں کے لیے جائز ہوگیا ہے؟

㉕۔ اس کے بعد عدالت نے عروۃ الوثقیٰ کا موقف پڑھنے کے لیے کہا تو ان کا نمائند موجود نہ تھا۔ یہ بھی ہوا کہ عروۃ الوثقیٰ کا نام چیف جسٹس کی زبان پر نہ چڑھا، تو انہیں پوچھنا پڑا کہ کیا نام ہے؟ اس سے ثابت ہوا کہ وہ اس ادارہ کو ذاتی طور پر نہیں جانتے۔ مختلف اداروں کی فہرست جس شخصیت نے چیف جسٹس کو مہیا کی، اسی نے المورد کو ذاتی پسند کی بنا پر شامل کر کے اختلافِ رائے سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی اور وہ مبیّنہ عدالت کے مشیر ڈاکٹر مشتاق کہلاتے ہیں۔ ان کا یہ عمل عدالتِ عظمیٰ کے چیف جسٹس صاحب کی توجہ کا متقاضی ہے کہ وہ عدالت کی کس قسم کی خدمت کررہے ہیں؟

㉖۔ عروۃ الوثقیٰ کا نمائندہ موجود نہ ہونے پر ڈاکٹر عمیر صدیقی صاحب نے پیشکش کی کہ عدالتِ عظمیٰ اگر اجازت دے تو میں پڑھ دیتا ہوں، جس پر بڑی بشاشت سے چیف جسٹس صاحب نے اجازت دی اور ڈاکٹر عمیر صدیقی نے عروۃ الوثقیٰ والوں کے بیان کے بعض حصے پڑھ کر سنائے۔

㉗۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے نمائندے اور سابق ممبر نے کہا کہ آئین کے آرٹیکل ۱۹، ۲۰ اور ۲۲ کا اطلاق قادیانیت پر نہیں ہوتا، یہ مذہب نہیں جھوٹا لبادہ ہے، عدالت فیصلے میں موجود جملے حذف کرے۔

㉘۔ عروۃ الوثقیٰ کے بعد جامعہ محمدیہ بھیرہ کا عدالتِ عظمیٰ کے زیرِ سماعت کیس میں جمع شدہ بیان پڑھنے کے لیے مولانا مفتی محمد شیر خان تشریف لائے۔ وقت کم تھا، انہوں نے تجویز دی کہ تحریری بیان ہمارے

ادارہ کا جمع ہے، میں چند باتیں اس کے علاوہ کہتا ہوں۔مفتی شیر محمد نے عدالت کو بتایا کہ عوامی مقامات پر تبلیغ وترویج کی اجازت نہیں، ایسا کرنا قانوناً جرم ہے، مذہب کی تبلیغ وترویج کے بارے عدالتی آبزرویشن واپس لینے پر سب مکتبۂ فکر کے ادارے اور علماء متفق ہیں۔

۱- قادیانی پرائیویٹ طور پر اپنی چاردیواری یا عبادت گاہ یا گھر میں بھی اسلامی اصطلاحات یا اسلامی اعمال استعمال نہیں کرسکتے، جس سے ان کا مسلمان ہونا سمجھا جائے۔ یہ آئین کے خلاف ہوگا وہ گھر پر اپنے کفر کو اسلام کے نام پر پیش کریں۔ جب پتہ چلے تو قانون ان کے خلاف قانون وخلافِ اسلام راستہ کو روکے۔

۲- مسجد ضرار منافقین کی پرائیویٹ جگہ اور پراپرٹی تھی، علیحدہ چاردیواری تھی، وہ اپنے کفر ونفاق کو اسلام کے نام پر وہاں علیحدہ چاردیواری میں استعمال کرتے تھے، مگر قرآن مجید نے ان کی اس ساری جدوجہد کو بیخ وبن سے محو کردیا۔

۳- مسیلمہ کذاب کا گروہ اپنے حلقہ میں پرائیویٹ طور پر اپنے ہاں اذان، نماز، ذبیحہ، کلمہ، قرآن کا استعمال کرتا تھا، مگر سیدنا صدیق اکبرؓ نے ان کی سازشوں کا قلع قمع کیا۔

۴- کیا کوئی پرائیویٹ طور پر خفیہ اپنا رزق کمانے کے نام پر ہیروئن رکھ سکتا ہے؟

۵-کیا کوئی پرائیویٹ خفیہ اپنے گھر میں بدکاری کا اڈہ چلاسکتا ہے؟

۶-کیا کوئی خفیہ اپنے گھر میں خلاف قانون اسلحہ اسٹور کرسکتا ہے؟ نہیں! تو پھر خلافِ قانون اسلامی اصطلاحات واسلامی شعائر اپنے گھر میں بھی قادیانی استعمال نہیں کرسکتے، جیسے: قربانی، وغیرہ۔

㉙ ۔ڈاکٹر عمار خان ناصر اپنا موقف پیش کرنے کے لیے روسٹرم پر آئے تو وکلاء وعلماء نے ان پر اعتراض کیا، ان کے پاس ادارہ کا اتھارٹی لیٹر نہیں، کمرۂ عدالت میں موجود وکلاء وعلماء کے اعتراض کرنے کی وجہ سے عدالت نے ڈاکٹر عمار خان ناصر کو شرفِ سماعت فراہم نہیں کیا۔

㉚ ۔پنجاب حکومت کے وکیل نے بتایا کہ تفسیر صغیر پر تعزیراتِ پاکستان کے دفعہ ۲۹۵ بی کا اطلاق ہوتا ہے۔عدالت کے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ ملزم مبارک احمد ثانی کا نام ابتدائی ایف آئی آر میں نہیں تھا، بعد میں سپلمنٹری بیان کے ذریعے شامل کیا گیا۔ان کا کہنا تھا کہ ملزم نے الزامات کو رد نہیں کیا، خود کو مسلمان ظاہر کرکے قرآن کی تحریف پر مشتمل کتاب کی تقسیم پر تعزیراتِ پاکستان کے دفعہ ۲۹۵ سی کا اطلاق ہوتا ہے۔

㉛ ۔اسی موقع پر مدعی مقدمہ حسن معاویہ روسٹرم پر آئے اور کہا کہ ابتدائی ایف آئی آر میں اسکول کے پرنسپل کو نامزد کیا گیا تھا۔ پنجاب حکومت کے وکیل نے کہا کہ ملزم نے اعترافِ جرم کیا ہے، جس پر چیف جسٹس نے پنجاب حکومت کے وکیل سے مکالمہ کرتے ہوئے کہا: کیا آپ اعترافِ جرم پر جارہے ہیں؟ پھر ہم تمام فوجداری قوانین رد کردیں؟۔(سماعت مکمل ہونے پر فیصلہ محفوظ کرلیا گیا۔)

قربانی کیجیے! مگر گناہ کے ساتھ نہیں

مولانا عمران عیسیٰ
استاذِ جامعہ

ماہِ ذوالحجہ کی آمد آمد ہے، بلکہ جس وقت رسالہ آپ کے ہاتھ میں آئے گا تو ماہِ مبارک شروع ہو چکا ہوگا۔ اس ماہ کی خاص عبادت بیت اللہ کا حج ہے، بعض فرزندانِ توحید حرم پہنچ چکے اور بعض خوش نصیب کشاں کشاں پہنچ رہے ہیں۔ یہ سب حضرات از روئے حدیث' اُمت کی طرف سے وفد بن کر میدانِ عرفات میں اللہ کو منانے پہنچ رہے ہیں۔

حج کے علاوہ اس ماہ کی ایک بڑی عبادت عید الاضحیٰ ہے، جس کو عرف میں عیدِ قربان بھی کہتے ہیں۔

قربانی قُرب سے ہے، بمعنی اللہ کے قریب ہونا، ویسے تو شریعت کے تمام ہی احکام اللہ تک پہنچنے کی سیڑھیاں ہیں، قربانی ان میں سے ایک اہم عمل ہے، جو کہ سنتِ ابراہیمی ہے، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم پر اپنے لختِ جگر کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے، قلم سے لکھنا اور پڑھنے والے کا پڑھنا آسان، مگر کون باپ ہوگا جو یہ کام کرنے پر تیار ہو جائے۔ جی ہاں! زمین و آسمان اور منیٰ کی وادی گواہ ہے کہ ایک بوڑھا باپ کس طرح اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کرنے پر تیار ہو گیا۔ اللہ کا کرم بھی دیکھیے، صرف حوالگی مطلوب تھی، ورنہ بدلہ میں جنت سے مینڈھا بھیج کر رہتی دنیا تک کی امتِ مسلمہ کو یہ بتا دیا کہ اللہ کے نام پر جب بھی کوئی چیز ''قربان'' کرنے پر آمادہ ہو گے کبھی پچھتاوا نہ ہوگا، پھر یہ جذبہ ایسا قبول ہوا کہ آخری نبی کی امت کے لیے اس کو شعار بنا دیا گیا، بہ ظاہر تو جانور ذبح کیا جاتا ہے، اس کے گوشت سے لطف اندوز ہوا جاتا ہے، مگر درحقیقت اس ایک حکم میں کئی طرح کے پیغام و سبق دیے گئے، اسی لیے فرمایا کہ عید الاضحیٰ کے دن اس کا کوئی عمل جانور کے خون بہانے سے افضل نہیں۔ (جامع ترمذی، حدیث: ۱۴۹۳)

مگر ٹھہریے! شیطان ہمارا ازلی دشمن ہے، وہ اگر مسلمان کو عمل سے ہٹا نہیں پاتا تو یا اس کی نیت پر حملہ کرتا ہے، ورنہ کم از کم عمل میں سوراخ کرا دیتا ہے، قربانی کے سلسلہ میں دو اہم باتوں کی طرف توجہ دلانی ہے:

۱- کسی بھی عمل کے اللہ کی بارگاہ میں قبول ہونے کے لیے اخلاص شرط ہے۔ مشہور حدیث عام طور پر زبان زد بھی ہے: ''إنما الأعمال بالنيات''، تبلیغی جماعت کے ہمارے بزرگ حضرت مفتی زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اخلاص کا مفہوم ''وجہِ عمل یا محرکِ عمل'' سے بیان کیا کرتے تھے، یعنی کسی عمل کو کیوں کیا جا رہا ہے؟

اس عمل کا محرک و باعث باری تعالیٰ کی خوشنودی کے سوا کوئی بھی غرض ہو تو نیت کے اس کھوٹ کو شرک تک سے تعبیر کیا گیا، پھر یہی نہیں، قربانی کے معاملہ میں تو سورۂ حج آیت: ۳۷ میں واضح فرمایا:

''لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ ''

ترجمہ: ''اللہ کو نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے، نہ کہ خون، لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔''

ملاحظہ: (یہاں تقویٰ سے مراد مفسرین اخلاص لیتے ہیں۔)

قربانی کے معاملہ میں ہماری نیت کہاں پھسلتی ہے، جانور عمدہ، فربہ اور مہنگا لائے، تاکہ محلے میں شہرت ہو، دور دور سے لوگ میرے جانور کو دیکھنے آئیں، پتہ چلے کہ یہ فلاں سخی کے جانور ہیں۔ واہ واہ تو مل جائے گی، مگر ثواب اکارت ہوا۔ اس لیے بہت احتیاط کے ساتھ نیت پر پہرا دینے کی ضرورت ہے۔ نیت کی یہ خرابی سارے اجر کو ضائع کردے گی۔

دوسری چیز یہ ہے کہ قربانی ہے تو ان ایام کا افضل ترین عمل مگر مسلمان کو اپنے کسی عمل سے تکلیف پہنچانا، اس بارے میں اسلام بہت حساس ہے، حتیٰ کہ ایسی جگہ فرض نماز کو بھی منع کیا گیا، جہاں مسلمانوں کی عام گزرگاہ ہونے کی وجہ سے تکلیف کا اندیشہ ہو۔ (سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۴۷) ایک عورت کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آیا کہ بہت نمازی پرہیزگار ہے، مگر اس کی وجہ سے پڑوسی اذیت میں رہتے ہیں، فرمایا: یہ عورت دوزخی ہے۔ (مسند احمد، روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) اور ایک شخص کی صرف اس بات پر مغفرت ہوگئی کہ اس نے رکاوٹ بننے والی ایک ٹہنی کو کاٹ دیا۔ (صحیح مسلم، حدیث: ۹۱۴) اس سے اندازہ لگایئے کہ کیا قربانی کا افضل ترین عمل ہمیں اجازت دے گا کہ سڑک روک کر جانور کھڑے کیے جائیں، عید کے دن آلائشیں ٹھکانے لگائے بغیر کلیجی کھانے میں مشغول ہوجائیں، جانور ذبح کرکے خون کو گٹر لائن میں گرادیا جائے، خواہ کچھ عرصے بعد نکاسی کا نظام درہم برہم ہوجائے، یا ان جیسی دیگر صورتیں۔ اس لیے قربانی کے اس عظیم عمل کو ''نیکی برباد گناہ لازم'' کا مصداق نہ بننے دیا جائے۔

ہماری کم قسمتی کہ ہمارے یہاں بلدیاتی نظام یا اس نظام کو نافذ کرنے والے ادارے کی بعض کمزوریوں کی وجہ سے ہمارے لیے گویا رکاوٹ کھڑی نہیں ہوتی، لیکن کیا یہ بات ہماری اس کوتاہی کے لیے عذر بن سکتی ہے؟ ہرگز نہیں! اس لیے نیت کیجیے، اس عید قربان پر اپنی اس خواہش کو قربان کریں گے اور اس اہم عبادت کے ساتھ ایذاءِ مسلم کے گناہ کو شامل نہیں ہونے دیں گے۔

ائمہ کرام سے گزارش

عید سے پہلے کے جمعہ اور عید کے اجتماع میں مناسب ہوگا اگر ان امور کی طرف متوجہ کیا جائے، دیکھا یہ گیا ہے کہ لوگوں میں ائمہ کی ہدایات کو اخذ اور قبول کرنے کی استعداد ہوتی ہے، متوجہ کرنے اور Educate کرنے کی کسر ہوتی ہے۔ وصلی اللہ وسلم علٰی سیدنا محمد و علٰی من تبعہٗ .

اوقاف کی تولیت

اہلیت-شرائط

مفتی عبید الرحمٰن
دار الافتاء والارشاد، مردان

ضرورت واہمیت

اس وقت اُمتِ مرحومہ جس بدحالی اور بے دینی کا شکار ہے، وہ محتاجِ بیان نہیں ہے، اس کے بنیادی اسباب میں سے اہم اور اَساسی سبب ''اسلامی خلافت'' کا فقدان اور ملت کی اس عظیم نعمت سے محرومی بھی ہے، جس کا کوئی دوسرا پائیدار متبادل موجود نہیں ہے، تاہم اسلامی معاشرہ میں وقف ادارے جزوی اور عارضی طور پر اُمت کے حق میں سودمند ثابت ہوسکتے ہیں اور ماضی وحال میں ان اداروں سے امت کو بڑا فائدہ پہنچ رہا ہے۔ تاہم بدقسمتی یہ ہے کہ متعدد عناصر کی بنیاد پر یہ فائدہ بھی تعداد وکیفیت دونوں کے لحاظ سے سکڑ رہا ہے، ان متعدد عناصر میں سے ایک اہم عنصر یہ ہے کہ متولی بننے، بنانے میں اہلیت ولیاقت کا لحاظ نہیں رکھا جاتا ہے، بلکہ وراثت یا تعلق وغیرہ بنیادوں پر کسی کو اس اہم کام کے لیے نامزد کردیا جاتا ہے۔ یہاں صلاح واصلاح کے جذبے سے اس کے متعلق چند ضروری باتیں درج کی جاتی ہیں:

تولیت کا معیار اور اس کی ضروری شرائط

حضرات فقہائے کرام کے ہاں یہ بات مُسلّم ہے کہ وقف کا مُتولی وہی شخص ہوسکتا ہے جس میں درج ذیل شرائط موجود ہوں:

❶-امین اور دیانت دار ہو، خائن نہ ہو۔ جو شخص خیانت کرنے والا ہو یا اس کے بارے میں خیانت کرنے کا اندیشہ ہو، وہ متولی بننے کا اہل نہیں ہے۔

❷-وقف سے متعلق تمام تر ذمہ داریوں کو درست طریقے سے انجام دینے کی اہلیت واستطاعت رکھتا ہو۔ اگر ایک شخص بہت ہی نیک ودیانت دار ہو، لیکن وقف کی مطلوبہ ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کسی وجہ سے

کوتاہی کرتا ہو، چاہے یہ کوتاہی ناتجربہ کاری کی بنیاد پر ہو، مزاج ومذاق کی وجہ سے ہو، شعور کی کمی کی وجہ سے ہو، یا کسی بھی بنیاد پر ہو، ایسا شخص متولی بننے کا اہل نہیں ہے۔

❸- وہ خود متولی بننے/ بنائے جانے کا مطالبہ نہ کرے، کوئی شخص خود ہی متولی بننے کا مطالبہ کرتا ہے تو (عام حالات میں) ایسا شخص بھی اس منصب کا اہل شمار نہیں ہوگا۔

❹- بہت سے اہلِ علم نے مذکورہ شرائط کے ساتھ ''عدالت'' کو بھی شرط قرار دیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ متولی کے ذہنی وجسمانی قویٰ، تقویٰ اور مروت دونوں سے مالا مال ہو، لہٰذا اگر کوئی شخص کبیرہ گناہ کرتا ہے اور اس سے توبہ نہیں کرتا، یا صغیرہ گناہوں پر اصرار کرتا ہے تو ایسا شخص بھی ان اہلِ علم کے نزدیک متولی بننے کی لیاقت نہیں رکھتا۔

حضرات فقہائے کرام کی تصریحات

وقف کے مسائل سے متعلق فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''الإسعاف'' میں ہے:

''لا يولى إلا أمين قادر بنفسه أو بنائبه، لأن الولاية مقيدة بشرط النظر، وليس من النظر تولية الخائن، لأنه يخل بالمقصود وكذا تولية العاجز لأن المقصود لا يحصل به و يستوي فيها الذكر والأنثى وكذلك الأعمى والبصير وكذلك المحدود في قذف إذا تاب لأنه أمين. رجل طلب التولية على الوقف قالوا :لا تعطى له وهو كمن طلب القضاء لا يقلد.''

ترجمہ: ''جو شخص امانت دار ہو اور وقف کی ذمہ داری بذاتِ خود یا کسی نائب کے ذریعے نبھانے پر قادر ہو، اُسے ہی متولی بنایا جائے، کیونکہ یہ ذمہ داری مصلحت کی بنیاد پر دی جاتی ہے اور خائن کو ذمہ داری سپرد کرنا قرینِ مصلحت نہیں ہے، وہ تو مقصد کے حصول میں رکاوٹ بنتا ہے۔ نیز جو شخص ذمہ داری ادا کرنے پر قادر نہ ہو اسے بھی مقصد حاصل نہ ہونے کی وجہ سے یہ ذمہ داری سپرد نہیں کی جائے گی۔ اس معاملہ میں مرد وعورت برابر ہیں، اسی طرح بینا اور نابینا بھی، نیز محدود فی القذف جس نے توبہ کی ہو، چونکہ وہ بھی امین ہے۔ اگر کوئی خود متولی بننے کی خواہش ظاہر کرے تو اسے متولی نہ بنایا جائے، جیسا کہ منصبِ قضاء کے خواہش مند کو یہ ذمہ داری نہیں سونپی جاتی۔''

''تنقيح الفتاوىٰ الحامدية'' میں ہے:

''(سئل) في الصالح للنظر من هو؟ (الجواب) : هو من لم يسأل الولاية للوقف وليس فيه فسق يعرف، هٰكذا في فتح القدير. وفي الإسعاف لا يولى إلا أمين قادر بنفسه أو نائبه و يستوي في ذلك الذكر والأنثى.''

ترجمہ: ’’فتح القدیر میں ہے کہ: وقف کی ذمہ داری کے لیے زیادہ مناسب وہ شخص ہے جو خود ذمہ داری طلب نہ کرے، نیز وہ ظاہری طور پر فاسق بھی نہ ہو۔ اسعاف میں ہے کہ: جو شخص امانت دار ہو اور وقف کی ذمہ داری بذاتِ خود یا کسی نائب کے ذریعے نبھانے کی صلاحیت رکھتا ہو، اسے ہی متولی بنایا جائے خواہ مرد ہو یا عورت۔‘‘

کویت کے ’’موسوعہ فقہیہ‘‘ میں ہے:

’’مَا يُشْتَرَطُ فِي الْـمُتَوَلِّي: يُشْتَرَطُ فِي الْـمُتَوَلِّي عِنْدَ اَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ الْعَدَالَةُ وَالْقُدْرَةُ عَلَى التَّصَرُّفِ وَالاَمَانَةُ.‘‘

ترجمہ: ’’اکثر فقہاء کرام کے نزدیک متولی کے لیے عدالت، امانت اور متعلقہ کام بخوبی ادا کرنے کی لیاقت شرط ہے۔‘‘

خیانت کا مفہوم

یہاں اس غلط فہمی کو بھی دور ہونا چاہیے جو ’’امانت‘‘ اور ’’خیانت‘‘ کے متعلق عام ہے کہ اس کو صرف مالی امور و معاملات کے ساتھ خاص سمجھا جاتا ہے، جو شخص مالی امور میں غبن نہیں کرتا، اس کو بہر حال امانت دار خیال کیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ ’’امانت‘‘ کا ادھورا تصور ہے، امانت اور خیانت کا تعلق صرف مالیات کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ وقف سے متعلق تمام تر ذمہ داریوں کے ساتھ اس کا تعلق ہے، لہٰذا جس طرح وقف کے اموال میں بے جا تصرف کرنا خیانت ہے، یوں ہی وقف کی ذمہ داریوں کو درست طریقہ سے نہ بجالانا بھی خیانت ہی کی ایک شاخ اور اسی کی ایک صورت ہے، جس طرح مالیات میں غبن اور کوتاہی کرنے والا متولی بننے کا اہل نہیں ہے، یوں ہی تولیت کے فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی میں واضح طور پر کوتاہی کرنے والا بھی اس بارِ گراں کا کسی طرح لائق نہیں ہے۔ اسی طرح اگر متولی کسی نااہل کو ذیلی ذمہ داری سپرد کرتا ہے، جو وقف کے لیے نقصان دہ ہو تو یہ بھی اس کی کوتاہی میں شمار ہوگا۔

متولی کے فرائض اور ذمہ داریاں

رہا یہ سوال کہ متولی کی کیا ذمہ داریاں ہیں جن میں کوتاہی کرنا خیانت کہلاتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ بنیادی طور پر متولی کی درج ذیل ذمہ داریاں ہیں:

①- متعلقہ وقف کے مقاصد کا تحفظ کرنا

اوقاف کی متنوع صورتیں ہوسکتی ہیں، پھر وقف کرنے والے شخص کو بھی شریعت نے اختیار دیا ہے کہ

چاہے تو وقف کرتے وقت کچھ شرائط لگائے، ان جائز شرائط کی رعایت رکھنا ضروری ہے، متولی کی ذمہ داری ہے کہ ان تمام باتوں کی رعایت رکھے۔

②- وقف کے منافع/فوائد کو شرعی ضوابط کے مطابق استعمال کرنا

یہ منافع مال کی شکل میں بھی ہوسکتے ہیں اور منافع وسہولیات کی صورت میں بھی، ہر قسم کے منافع کو شرعی دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے استعمال کرتے رہنا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر مسجد ایک وقف ادارہ ہے، نقد رقم کی شکل میں اس کا کچھ فنڈ بھی ہوسکتا ہے، اس میں پانی، بجلی وغیرہ کی سہولیات بھی دستیاب ہوتی ہیں، اب ان پیسوں کو کہاں اور کس طرح خرچ کرنا چاہیے؟ پانی اور بجلی وغیرہ کی سہولیات کو کہاں کس حد تک استعمال کیا جاسکتا ہے؟ کون ان سہولیات سے کہاں تک استفادہ کرسکتا ہے؟ مسجد کی زمین کو کن کن کاموں میں کہاں تک اور کس طرح استعمال کیا جاسکتا ہے؟ یہ اور اس نوعیت کی تمام باتوں میں شرعی احکام وضوابط کی پابندی کرتے رہنا ضروری ہے اور یہ تولیت کے منصب کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔

③- درپیش مسائل ومعاملات میں متعلقہ وقف کے مصالح کا بھرپور تحفّظ کرتے رہنا

وقف ادارہ کو خرید وفروخت، کرایہ داری کے معاملات بھی پیش آسکتے ہیں، کوئی اس کے خلاف کچہری میں دعویٰ بھی کرسکتا ہے، بعض اوقات خود وقف کے لیے بھی دعویٰ کرنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے، ان جیسے تمام معاملات میں متعلقہ وقف کے مصالح کی اچھی طرح نگہداشت کرتے رہنا بھی متولی کی ذمہ داری اور اس کا فرضِ منصبی ہے۔

متولی نامزد کرنے کا مناسب طریقہ کار

کسی بھی وقف ادارہ کے متولی کو نامزد کرنے کا مناسب طریقہ کار یہ ہے کہ:

۱- اگر وقف کرنے والا شخص خود متولی بننے کی اہلیت رکھتا ہے اور عملی طور پر بھی اس کی ذمہ داریاں ٹھیک طریقے سے انجام دے سکتا ہے، تو وہ متولی بن جائے۔

۲- اگر خود لیاقت نہ رکھتا ہو، یا لیاقت تو رکھتا ہے، لیکن کسی وجہ سے متعلقہ ذمہ داریاں انجام دینا مشکل ہے تو کسی ایسے معتمد شخص کو متولی نامزد کرلے جو درج بالا شرائط وکوائف پر پورا اُترتا ہو۔

۳- وقف نامہ تحریری طور پر محفوظ رکھ لے، اور اس میں اس بات کی بھی صراحت کرے کہ فلاں کو ان ان شرائط وکوائف کی بنیاد پر فلاں فلاں مقاصد واہداف کے لیے متولی مقرر کیا گیا ہے، اگر وہ ان ضروری کوائف کا حامل نہ رہے تو اس کا حقِ تولیت بھی نہ رہے گا اور اس کے بعد بھی ہمیشہ کے لیے ایسا ہی آدمی اس کا متولی رہے

گا، جو فلاں فلاں شرائط و کوائف کا حامل ہو، اور تولیت کے اس منصب پر اسی وقت تک برقرار رہے گا جب تک وہ ان شرائط کا حامل اور ان پر عامل ہو۔

اُسوۂ فاروقی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خیبر میں ''ثمغ'' نامی ایک جگہ ملی تھی جو بڑی نفیس اور قیمتی زمین تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بات چیت کرنے کے بعد آپ نے اس کو وقف کیا تھا اور وقف نامہ میں یہ بھی تحریر فرمایا:

''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذَا مَا اَوْصٰى بِهٖ عَبْدُ اللهِ عُمَرُ اَمِيْرُ الْمُـوْمِنِيْنَ إِنْ حَدَثَ بِهٖ حَدَثٌ اَنَّ ثَمْغًا وَصِرْمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ وَالْعَبْدَ الَّذِيْ فِيهِ وَالْمِائَةَ سَهْمٍ الَّتِي بِخَيْبَرَ وَرَقِيْقَهُ الَّذِي فِيْهِ، وَالْمِائَةَ الَّتِي اَطْعَمَهُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْوَادِيْ تَلِيْهِ حَفْصَةُ مَا عَاشَتْ، ثُمَّ يَلِيْهِ ذُو الرَّأْيِ مِنْ اَهْلِهَا اَنْ لَّا يُبَاعَ وَلَا يُشْتَرٰى، يُنْفِقُهُ حَيْثُ رَاٰى مِنَ السَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ وَذَوِي الْقُرْبٰى، وَلَا حَرَجَ عَلٰى مَنْ وَلِيَهُ إِنْ اَكَلَ اَوْ آكَلَ اَوِ اشْتَرٰى رَقِيْقًا مِنْهُ .''

ترجمہ: ''یہ وصیت نامہ اللہ کے بندے امیر المؤمنین (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے ہے۔ اگر میرے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے تو ''ثمغ'' اور ''صرمہ بن اکوع'' والی جائیداد اور وہ غلام جو وہاں ہیں اور خیبر (کی غنیمت سے حاصل شدہ) سو حصے اور اس میں جو غلام ہیں اور وہ سو حصے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی ''قر'' میں اپنے اہل وعیال کے اخراجات کے لیے چھوڑے ہیں، ان کی متولیہ (حضرت ام المؤمنین) حفصہ (رضی اللہ عنہا) ہوں گی جب تک زندہ رہیں، ان کے بعد ان کے اہل میں سے صاحب رائے اس کے متولی ہوں گے۔ اور شرط یہ ہے کہ اس جائیداد کو نہ بیچا جائے گا، نہ خریدا جائے گا۔ متولی اپنی صوابدید کے مطابق گداگروں، ناداروں اور قرابت داروں میں خرچ کرے گا اور اس کے خود کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں، مہمانوں کو کھلائے یا غلام خریدے۔''

اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ معنی خیز ہے، ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آپ کی بیٹی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ ہیں، ان کو متولی بنایا جب تک وہ زندہ رہیں، اس کی متولی رہیں گی، ان کے انتقال کے بعد کون متولی ہوگا؟ اس کا بھی فیصلہ فرمادیا کہ ان کے اہل میں سے جو شخص ''اہلِ رائے'' ہو، وہی اس کا متولی قرار پائے گا، اور حضرات صحابہ کرامؓ کے ہاں ''اہلِ رائے'' وہی شخص سمجھا جاتا ہے جو دیندار اور عقل مند ہو۔

وقف کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اپنے وقف ناموں میں اس بات کی صراحت کرلیا کریں، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اہل وعیال یا خاندان کا ہر فرد تولیت کے منصب پر براجماں ہو کر وقف کے حقیقی مقاصد میں خلل انداز نہ ہوسکے گا، بلکہ صرف وہی افراد اس ذمہ داری کو سر لے سکیں گے جو اس کی اہلیت ولیاقت رکھتے ہیں اور

یوں وقف کے مقاصد درست طریقے سے پورے ہوتے رہیں گے، جس سے اُمت کا بھی فائدہ ہوگا اور وقف کرنے والے کے نیک اعمال میں بھی اس حساب سے اضافہ ہوتا رہے گا۔

موجودہ صورتِ حال اور اس کے نقصانات

اس وقت وقف کے جن اداروں کی تولیت عام مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے، ان میں عام طور پر رواج یہ ہے کہ خاندان اور وراثت کی بنیاد پر تولیت منتقل ہوتی ہے۔ ہمارے مدارس، مساجد اور خانقاہوں کا حکم بھی وقف کا ہے، یہ کسی کی ذاتی املاک نہیں کہلا سکتے، اس لیے ان اوقاف کے متولی حضرات کے تقرر میں کئی وجوہ سے اہلیت وصلاحیت کا لحاظ ضروری ہے، کیونکہ اجتماعی نظم سے مسلمانوں کی سلطنت ختم ہوجانے کے بعد اب معاشرے میں دین داری کا بڑا سرچشمہ یہی دینی ادارے ہیں، نااہل کو ان کا ذمہ دار بنانے میں:

الف: ملت کا نقصان ہے۔

ب: متعلقہ وقف کے تقاضے ادھورے رہ جانا ظاہر ہے۔

ج: شعوری یا لاشعوری طور پر وقف کے معاملہ میں خیانتوں کا امکان غالب رہتا ہے، جس کے اثرات وقف کی وسعت کے مطابق ہوتے ہیں۔

د: مطلوبہ استعداد کے حامل رجال کار پیدا ہوجانے کا راستہ مخدوش ہوجاتا ہے۔

بعض علماء کی تحقیق: ابتداع کا پہلو

بعض اہلِ علم نے دینی مناصب کو وراثت کی بنیاد پر سپرد کرنے کو بدعات میں سے شمار فرمایا ہے، چنانچہ علامہ قرافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’(القسم الثاني) : محرم، وهو بدعة تناولتها قواعد التحريم وأدلته من الشريعة كالمكوس والمحدثات من المظالم المنافية لقواعد الشريعة ، كتقديم الجهال على العلماء وتولية المناصب الشرعية من لا يصلح لها بطريق التوارث وجعل المستند لذلك كون المنصب كان لأبيه، وهو في نفسه ليس بأهل .‘‘

ترجمہ: ’’شریعت کے قواعد اور دلائل سے جس بدعت کی حرمت معلوم ہو وہ حرام ہے، مثلاً: مختلف قسم ٹیکس اور نت نئے مظالم جو شرعی احکام کے سراسر خلاف ہیں، اور مثلاً: جہلاء کو علماء کرام پر فوقیت دینا، دینی مناصب محض وراثت کے طور پر اس دلیل کی بنیاد پر حوالہ کرنا کہ اس کا باپ متولی تھا، جب کہ وہ شخص اس کا بالکل اہل نہ ہو۔‘‘

علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ ’’بدعاتِ عادیہ‘‘ پر بات کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’وَاَمَّا الْعَادِيَّةُ: فَاقْتَضَى النَّظَرُ وُقُوْعَ الْخِلَافِ فِيْهَا، وَاَمْثِلَتُهَا ظَاهِرَةٌ مِمَّا تَقَدَّمَ

فِيْ تَقْسِيْمِ الْبِدَعِ، كَالْمُكُوْسِ، وَالْمُحْدَثَاتِ مِنَ الْمَظَالِمِ، وَتَقْدِيمِ الْجُهَّالِ عَلَى الْعُلَمَاءِ فِي الْوِلَايَاتِ الْعِلْمِيَّةِ، وَتَوْلِيَةِ الْمَنَاصِبِ الشَّرِيْفَةِ مَنْ لَّيْسَ لَهَا بِأَهْلٍ؛ بَلْ بِطَرِيْقِ الْوِرَاثَةِ، وَإِقَامَةِ صُوَرِ الْأَئِمَّةِ وَوُلَاةِ الْأُمُوْرِ وَالْقُضَاةِ.''

ترجمہ: ''پہلے بدعت کی تقسیم کے ضمن میں عبادات کے علاوہ عادات میں بدعات کی مثالیں واضح ہوچکی ہیں، مثلاً: مختلف قسم کے ٹیکس نافذ کرنا، نت نئے مظالم، علمی مناصب میں جہلاء کو علماء پر فوقیت دینا، اہم مناصب نااہل لوگوں کے سپرد کرنا، بلکہ وراثت کے طور پر دینا، ائمہ کرام، خلفاء اور قاضیوں کی مورتیاں نصب کرنا۔''

درج بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ تولیت کا منصب سنبھالنے کے لیے کچھ شرائط ہیں، جو شخص ان شرائط پر پورا نہ اُترتا ہو، اس کو متولی بنانا، یا اس کا از خود متولی بننا شرعاً جائز نہیں ہے، نیز اس کے نتیجے میں بہت سے منکرات ومفاسد پیدا ہوجاتے ہیں، اس لیے اس کے ناجائز ہونے میں تو شبہ نہیں ہے، البتہ بدعت ہے یا نہیں؟ تو اگر اس غلط اور مذموم رواج کو شرعی حکم کا درجہ دیا جائے یا وراثت کو شرعی استحقاق کا سبب گردانا جائے تو بدعت ہونے میں بھی شبہ نہیں ہے اور اگر کوئی اس حد تک تجاوز نہ کرے تو بدعت نہیں ہے۔ جن اہلِ علم نے اس کو بدعات میں سے شمار فرمایا ہے، وہ اسی صورت پر محمول ہے، ''الفروق'' پر ''تهذيب الفروق'' کے نام سے علامہ محمد بن علی بن حسین مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک حاشیہ ہے، اس میں ہے:

''وكذلك تقديم الجهال على العلماء وتولية المناصب الشريفة من لا يصلح لها بطريق التوريث، فإن جعل الجاهل في موضع العالم حتى يصير مفتياً في الدين ومعمولًا بقوله في الأموال والدماء والأبضاع وغيرها محرم في الدين فقط. وأما كون ذلك يتخذ ديدنا حتى يصير الابن مستحقا لرتبة الأب وإن لم يبلغ رتبة الأب في ذلك المنصب بطريق الوراثة أو غير ذلك بحيث يشيع هذا العمل و يطرد و يراه الناس كالشرع الذي لا يخالف بأن يعبروا عنه كما يعبر عن القاعدة الشرعية الكلية من مات عن شيء فنصيبهٗ لولده، ففيه جهتان جهة كونه بدعة بلا إشكال، وجهة كونه قولًا بالرأي غير الجاري على العلم هو الذي بينه النبي – صلى الله عليه وسلم – بقوله : ''حتى إذا لم يبق عالم اتخذ الناس رؤسًا جهالًا، فسئلوا فأفتوا بغير علم فضلوا وأضلوا.''

ترجمہ: ''جہلاء کو علماء پر فوقیت دینا، اہم مناصب نااہل لوگوں کو وراثت کے طور پر سپرد کرنا (یہ بھی بدعات کی شکلیں ہیں) چنانچہ عالم کی جگہ جاہل کا فتویٰ (اور قضاء) کا منصب سنبھالنا اور اس کی بات کو معاملات، خون بہا، اور نکاح وغیرہ معاملات میں فیصلے کی حیثیت دینا شرعاً حرام ہے۔

نیز وراثت کی بنیاد پر دینی مناصب کی تولیت کہ بیٹا نااہلی کے باوجود محض وراثت کی بنیاد پر باپ کے منصب کا مستحق ٹھہرے اور یہ معاملہ اس طرح جاری وساری ہو کہ لوگ اسے دینی حکم سمجھ کر اس اس کی مخالفت کو گناہ سمجھیں، اسے دینی ضابطہ کی حیثیت دی جائے کہ جو بھی کسی منصب پر فائز ہو تو اس کے فوت ہونے کے بعد بیٹا ہی اس کا وارث ہوگا تو اس میں دو جہتیں ہیں: ایک لحاظ سے بدعت ہے اور بدعت ہونے میں کوئی اشکال کی بات بھی نہیں (کیونکہ تسلسل اور عام رواج کی وجہ سے نئی نسل اسے شرعی حکم اور شرعی ضابطہ سمجھیں گے) دوسری جہت جہالت کی ہے کہ علم وتحقیق سے عاری بات ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پہلے اس کی پیشن گوئی فرمائی تھی کہ: ’’جب عالم نہ رہے تو لوگ اپنے ناواقف سربراہان کو مقتدی بنا کر ان سے دینی رہنمائی حاصل کریں گے اور وہ بھی علم کے بغیر جواب دیں گے، وہ خود بھی گم راہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گم راہ کریں گے۔‘‘

حاصلِ تحریر

خلاصہ کلام یہ ہے کہ:

①- وقف اداروں کا متولی بننا کوئی عام دنیوی معاملہ نہیں ہے، جس کو رائج طور وطریقے سے نمٹایا جائے، بلکہ یہ ایک شرعی معاملہ ہے جس کے لیے شریعت نے ایک ضابطہ مقرر فرمایا ہے، تولیت کا بوجھ سنبھالنے کے لیے کچھ شرائط مقرر فرمائی ہیں، اگر کسی میں وہ شرائط موجود نہ ہوں تو نہ خود اس کا کسی وقف ادارے کا متولی بننا جائز ہے اور نہ ہی دیگر افراد کا ایسے نااہل شخص کو متولی بنانا درست ہے۔

②- ان شرائط کی تفصیل درج بالا سطور میں تحریر کی گئی ہے۔

③- نااہل شخص کو متولی بنانا خود تو ہے ہی غلط اور مذموم، اس کے نتیجے میں بھی بہت سی غلطیاں اور منکرات ومفاسد پیدا ہوجاتے ہیں، فی زمانہ اس کی وجہ سے اُمت کا اجتماعی طور پر بھی بڑا نقصان ہوتا ہے۔

④- وقف اداروں کے انتظام وانصرام کے لیے اہلیت سے قطع نظر وراثت کی بنیاد پر متولی نامزد کیا جانا بالکل غلط عمل اور قابلِ اجتناب ہے۔

⑤- بعض اہلِ علم کے ہاں یہ بدعت ہے جس کی توجیہ سابقہ سطور میں درج کی گئی ہے۔

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امتِ مرحومہ کے حال پر خصوصی رحم وکرم فرمائیں اور ہمیں پوری استقامت اور تندہی کے ساتھ اپنے صراطِ مستقیم پر چلائے رکھے۔

..... ۞ ..... ۞ ..... ۞ .....

اسلامی نام رکھنے کی اہمیت اور غیرمسلموں کی سازش

غیرمسلم ممالک، بالخصوص ہندوستان کے تناظر میں

مفتی سید انور شاہ
استاذ جامعہ بیت السلام، کراچی

عالمِ کفر، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہرمحاذ پر برسرِ پیکار ہے، مسلمانوں کے خلاف ہرطرح کی سازشوں میں مصروفِ عمل ہے۔ ہمیشہ سے اسلام دشمن طاقتیں نت نئے طریقوں سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے جال بُنتی چلی آرہی ہیں۔ اب ایک عرصہ سے عسکری ہتھیاروں سے زیادہ فکری اور تہذیبی جنگ چھیڑکر نئے انداز سے مسلمانوں کی نفسیات کو زیر کرنے کی پالیسی اپنائی گئی ہے، چنانچہ بعض غیرمسلم ممالک میں یہ قانون بنایا گیا ہے کہ غیرمسلم معاشرے میں رہنے والا مسلمان کسی اور ملک میں شادی نہیں کرسکتا۔ اس ملک میں رہنے کے لیے وہیں سے شادی کرنا ضروری ہے، تاکہ ان کے رشتے مسلمانوں سے نہ ہوں یا کم ازکم کمزور ایمان والے مسلمانوں سے ان کا رشتہ ہو، تاکہ آگے آنے والی نسل کسی بھی طرح سے مسلمان نہ رہے۔ مختلف انداز کی اس یلغار سے مسلمانوں کا ایک طبقہ اپنی اقدار وروایات سے ہاتھ دھوکر فکری ارتداد کا شکار ہو چکا ہے۔ پچھلی چند دہائیوں سے عالمِ کفر کی طرف سے اسلام دشمنی کے اقدامات اور طریقۂ واردات میں نمایاں تبدیلیاں آچکی ہیں۔

کچھ عرصہ قبل امریکی تھنک ٹینکس (rund corporation) نامی ادارہ کی طرف سے شائع ہونے والی رپورٹ میں نئی اسٹریٹجی کا سراغ ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب عالمِ کفر براہ راست امتِ مسلمہ کی اسلامی شناخت، نظریاتی اور فکری تشخص پر تیشہ چلاکر اس کو مجروح کرنے پر تل گیا ہے، لہٰذا ان حالات میں امت کو اپنی فکری وعملی تشخص کے خلاف دشمن کی ریشہ دوانیوں سے واقف ہونا ضروری ہے اور اس کے سدِ باب کے لیے انفرادی اور اجتماعی سطح پر حتی الوسع کوشش وقت کی اہم ضرورت اور تقاضا ہے۔ ان سازشوں میں سے ایک سازش یہ بھی ہے کہ مسلمانوں سے اس اسلامی تشخص اور تہذیب کو ختم کرنے کے لیے دنیا سے اسلامی

ناموں کا خاتمہ کردو۔

چنانچہ کچھ عرصہ قبل ہندوستان میں آر ایس ایس کی جانب سے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا گیا کہ اگر وہ اسلامی ناموں کو ترک کر کے غیر اسلامی ناموں کو اپنالیں تو ہمارا اُن سے جھگڑا ختم ہوجائے گا۔

مولانا شمشاد علی قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

''اسلام دشمن تنظیمیں وقتاً فوقتاً جوشر انگیز شوشے چھوڑتی رہتی ہیں، اسی ضمن میں پچھلے دنوں آر ایس ایس کی طرف سے ایک تحریک چلائی گئی تھی، جس میں مسلمانوں کو یہ مشورہ یاہدایت دی گئی تھی کہ وہ عبداللہ، عبدالرحمٰن اور قاسم وغیرہ، غیر ملکی ناموں کو چھوڑ کر اپنے پرکھوں (آباء واجداد) کے نام رام داس اور کرشن پال وغیرہ نام رکھیں، پھر ہمارا ان سے کوئی جھگڑا نہیں، پھر ہم سب بھائی بھائی کی طرح مل جل کر رہیں گے اور مسلمانوں کو ہم سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ ان کا یہ شیطانی حربہ تو کبھی کامیاب نہیں ہوگا اور مسلمان اپنی ایمانی غیرت اور دینی حمیت سے ہر ایسی سازش اور منصوبے کو ناکام بناتے رہیں گے، جس کے ذریعے اسلام دشمن طاقتیں اس ملک میں اندلس کی بدبختانہ تاریخ دہرانا چاہتی ہے، لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے صرف نام بدل دینے سے کتنے بڑے مذہبی وتہذیبی انقلاب کا اندازہ کرلیا، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ نام صرف مسمیٰ کو پکارنے کی صوتی پہچان نہیں، بلکہ ان ناموں میں ان کے ایمان وعقائد کی جڑیں پیوستہ ہیں، اس لیے اگر یہ نام ختم ہوگئے تو مسلمانوں کے عقائد کی جڑیں اُکھڑ جائیں گی، جس کے بعد مذہب کا تصور خود بخود ختم ہوتا چلا جائے گا۔'' (مسلمانوں کے نام اور ان کے احکام، ص:۱۶)

اسی طرح بعض غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں پر قانوناً یہ پابندی عائد کی گئی ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اسلامی نام نہیں رکھ سکتے۔ مسلمانوں کو اس بات پر مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ ان کی مرضی کے مطابق عیسائی نام رکھیں، اس کا اندازہ اس سوال سے بخوبی کیا جاسکتا ہے جو وہاں کے رہنے والے مسلمانوں نے کیا ہے:

''سوال: بعض عیسائی حکومتوں نے خصوصاً جنوبی امریکہ کی حکومت نے عوام پر لازم قرار دیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کے لیے عیسائی نام کے علاوہ دوسرے نام نہ رکھیں۔ اس کے لیے حکومت نے ناموں کی لسٹیں تیار کی ہیں اور یہ لازم قرار دیا ہے کہ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کے نام اسی لسٹ سے منتخب کر کے رکھیں اور کوئی شخص بھی اس لسٹ کے علاوہ کوئی دوسرا نام حکومت کے پاس رجسٹرڈ نہیں کراسکتا۔ کیا مسلمانوں کو ایسے نام رکھنا جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو اس مشکل کے حل

کی کیا صورت ہے؟''

حسبِ ضرورت یہاں صرف سوال نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔سوال سے ہی معاملہ کی نزاکت واضح ہورہی ہے۔

ہندوستان کے معروف عالم دین حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب حفظہ اللہ اپنی کتاب ''عصرِ حاضر کے سماجی مسائل''میں لکھتے ہیں:

''ہمارے ملک میں ایک تنظیم ''راشٹریہ سیوک سنگھ'' ہے، جس کا مخفف ''آر ایس ایس'' ہے۔معنی کے اعتبار سے یہ لفظ بہت پرکشش ہے، گویا یہ قومی خدمت گاروں کا ایک گروہ ہے، لیکن اس کے عزائم اتنے ہی خطرناک اور انسانیت کے دشمن ہیں، یعنی اس تنظیم کا بنیادی مقصد ملک کی اقلیتوں پر جبرو دباؤ قائم رکھنا اور ان میں عدمِ تحفظ کے احساس کو برقرار رکھنا ہے۔گزشتہ نصف صدی سے زیادہ عرصے سے وہ اپنے ان مقاصد کے لیے سرگرمِ عمل ہیں اور ان کے نامۂ اعمال کے حرف حرف سے مظلوموں کے خون ولہو کی سرخی نمایاں ہے۔

کچھ عرصہ قبل جناب کے سدرشن آر ایس ایس کے ذمہ دار منتخب ہوئے ہیں، وہ اس منصب پر فائز ہونے کے بعد ہی سے ایسے گرم بیانات دے رہے ہیں جو اقلیتوں کو اشتعال میں لے آئیں اور اس طرح فرقہ پرست عناصر کو اپنے مذموم عزائم کے روبہ عمل لانے کا بہانہ ہاتھ آجائے۔ہفتہ، عشرہ پہلے انہوں نے اپنے ایک بیان میں مسلمانوں کو تلقین کی ہے کہ وہ اپنے نام میں اسلام کے ساتھ ہندو ناموں کو بھی جوڑا کریں، جیسے نعوذ باللہ ''محمد رام'' وغیرہ نام رکھا کریں۔

انہوں نے اس بات پر غور نہ کیا کہ مسلمانوں نے اس ملک پر آٹھ سو سال حکومت کی، ان میں بہت سے مسلم حکمران وہ تھے، جنہوں نے اپنے سیاسی مسائل میں مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کو قریب رکھا تھا، اور جن مسلمان فرماں رواؤں کو آج یہ متعصب اور تنگ نظر کہتے ہیں، جیسے اورنگ زیب عالمگیرؒ، بابر وغیرہ، ان کا حال بھی یہ تھا کہ بڑے بڑے سیاسی اور فوجی عہدوں پر انہوں نے ہندو کو رکھا تھا۔اگر اتنا طویل عرصہ میں مسلمان دوسری قوموں کو بالجبر مسلمان بنانے کی کوشش کرتے یا کم سے کم مسلمانوں کے سے نام رکھنے کی ان سے خواہش کی جاتی، انہیں مجبور نہیں کرتے صرف ان کو ترغیب دیئے ہوتے تو اس میں کیا شبہ ہے کہ اس ملک میں غالب ترین اکثریت مسلمانوں کی ہوتی۔

ایک ایسی قوم جسے درختوں اور پتھروں یہاں تک کہ کیڑے مکوڑوں کو بھی پوجنے میں عار نہیں اور بے جان مظاہرِ قدرت کے سامنے سر ٹیکنے میں بھی کوئی حجاب نہیں، اس کے لیے انسانوں کا مطیع و فرمان بردار ہو جانا اور فرمان رواؤں کے سامنے سر جھکانا کیا دشوار ہوتا؟

لیکن مسلمانوں نے کبھی ایسا نہیں کیا اور اپنے پیغمبر کی تعلیم کے مطابق مذہب کے معاملہ میں جبر ودباؤ کی راہ اختیار کرنے سے ہمیشہ اجتناب برتا۔ اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو جناب سدرشن آج عبداللہ یا عبدالرحمٰن ہوتے۔ یہ ہے مسلمانوں کی رواداری! اور دوسری طرف ہمارے یہ کوتاہ ذہن، تنگ نظر اور شدت پسند قائدین ہیں کہ جو صرف نصف صدی میں دوسری قوموں کو اپنے وجود میں جذب کرنے کے درپے ہیں۔ مسلمانوں کو بتاتے ہیں کہ ان کی رگوں میں رام اور کرشن کا خون ہے اور تلقین کرتے ہیں کہ انہیں اپنے نام ہندوؤں کے سے رکھنے چاہئیں، کیا اس سے بڑھ کر بھی شدت پسندی اور دہشت گردی کی مثال ہوسکتی ہے؟؟

اسلام میں ایک خاص قانون ''موالات'' کا ہے۔ اس قانون کے تحت اگر کوئی عجمی شخص کسی عرب مسلمان قبیلہ کے ہاتھ پر ایمان لاتا تو وہ اسی قبیلہ کی طرف منسوب کیا جاتا۔ امام بخاریؒ ایرانی النسل تھے، لیکن اسی نسبت سے جعفی، یمانی کہلائے۔

غور کیا جائے تو فقہاء کرامؒ کے استنباط کیے ہوئے اس قانون میں بہت ہی عمیق اور دور رس فکر کار فرما ہے۔ اور وہ فکر یہ ہے کہ انسان طبعی طور پر اپنے آباء واجداد سے محبت رکھتا ہے اور ان کی نسبت کو باعثِ افتخار جانتا ہے، اس لیے اگر مسلمان ہونے کے بعد بھی زمانۂ کفر کی خاندانی نسبت اس کے ساتھ لگی رہے تو اسی سماج سے وہ پوری طرح اپنے آپ کو الگ نہیں کر سکے گا۔ اور اگر کر بھی لے تو یہ اندیشہ باقی رہے گا کہ کل جب حالات بدل جائیں تو اس کی اگلی پشتیں پھر اپنے ماضی سے فکری رشتہ استوار کرنے کی کوشش کریں، لیکن جب وہ ایک مسلمان خاندان سے منسوب ہو جائے گا تو اس کا سرمایۂ افتخار ایک ایسی خاندانی نسبت ہوگی جو شروع سے مسلمان ہے اور اس کا اندیشہ باقی نہیں رہے گا کہ وہ اپنے ماضی کی طرف لوٹ جائے، چنانچہ ایران، عراق، مصر وشام وغیرہ کا بہت بڑا علاقہ جب اسلام کے زیر نگین آیا، وہ اس طرح اسلام سے وابستہ ہو گیا کہ ان کی تہذیب و ثقافت پر کفر کی کوئی چھاپ باقی نہ رہ سکی، یہاں تک کہ ان کی زبان تک بدل گئی۔

ہندوستان کے بعض علاقوں خاص کر راجستھان اور گجرات کے کچھ حصوں میں بہت سے ہندو

خاندان صوفیاء کی کوششوں سے مشرف بہ اسلام ہوئے، لیکن انہوں نے اپنے نام کے ساتھ اپنی سابقہ خاندانی نسبتوں کو بھی قائم رکھا اور ٹھاکر، چودھری، ریسائی وغیرہ کہلائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب ان کی اگلی نسلیں دین سے دور اور علمِ دین سے محروم ہوئیں اور لوگوں نے تحریک اور ترہیب کے ہتھیار استعمال کیے اور ان کو آبائی نسبت یاد دلائی تو بعض علاقوں میں ارتداد کا فتنہ پھوٹ پڑا اور ان نسبتوں نے اس مذموم مہم کو تقویت پہنچائی۔ انڈونیشیا اور اسی علاقے کے بعض ممالک میں ایسے نام رکھے جاتے ہیں جن میں ہندوانہ اور عیسائی ناموں کی آمیزش ہوتی ہے، جس کا اثر وہاں ارتداد کی شکل میں ظاہر ہوا، ہندوستان میں بودھسٹ، جین اور بہت سکھ بھی ہندو ثقافت میں جذب ہوتے جا رہے ہیں، کیونکہ ان کے نام برادرانِ وطن کے سے ہیں، اس لیے خود ان کے ذہن میں ان کی شناخت باقی نہیں رہی۔

اس لیے نام کے مسئلے کو انتہائی اہم مسئلہ سمجھنا چاہیے، اس سے اعتقادی، فکری، تہذیبی وثقافتی اور لسانی شناخت متعلق ہے۔ جو قوم اپنے نام کی بھی حفاظت نہ کر سکے، اس کے لیے اپنی فکر اور اپنی تہذیب کی حفاظت تو اور بھی دشوار ہے۔ اور جس قوم کی اپنی کوئی فکر اور تہذیب نہیں ہوتی، اس کو دوسری قوم کے ساتھ جذب ہونے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی، اس لیے ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ محض نام رکھنے کی دعوت نہیں ہے، بلکہ اپنے دوررس اثرات کے اعتبار سے فکری و تہذیبی ارتداد اور اپنے وجود کو گم کر دینے کی دعوت ہے۔'' (عصرِ حاضر کے سماجی مسائل، ج:۴، ص:۲۱۹)

ایسی صورتِ حال میں جبکہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ناموں کے سلسلے میں غفلت کا شکار ہو کر اسلامی ناموں سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں اور دوسری طرف اسلام دشمن قوتوں کی ناموں کے متعلق بھرپور محنت جاری ہے، جو کہ انتہائی افسوس ناک صورتِ حال ہے۔

ایسے میں ائمہ، خطباء، علماء کرام اور خدامِ دین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہمارے معاشرے میں جو غیر اسلامی ناموں کا مرض بڑھتا جا رہا ہے، بقدرِ استطاعت اس کے سدِ باب میں اپنا کردار ادا کریں اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو اسلامی ناموں اور ان کے احکام سے آگاہ کرائیں، تاکہ ہمارے معاشرے میں حضرات انبیاء کرام (علیہم الصلوٰۃ والسلام)، صحابہ عظام (رضی اللہ عنہم)، تابعین کرام (رحمہم اللہ) اور اہلِ علم وفضل کے ناموں، نیز بامعنی اور اچھے ناموں کا سلسلہ بڑھے۔

.....❀.....❀.....❀.....

کبار تابعین کی اصطلاح

تعارف وتجزیہ اور مرتبہ ومقام

مولانا عصمت اللہ نظامانی
فاضل جامعہ

علومِ حدیث کا کوئی طالبِ علم ''کبار تابعین'' کی اصطلاح سے ناواقف نہیں ہوگا، متعدد حدیثی فروع اور مصطلحات میں ''کبار تابعین'' کا حکم صحابہ کرامؓ کی طرح دیگر رواۃ اور لوگوں سے مختلف ہوتا ہے، اور اس کا بعض فقہی مسائل پر بھی اثر پڑسکتا ہے۔ نیز فنِ رجال اور جرح وتعدیل کی کتب میں کئی حضرات کے تراجم میں ''وكان من كبار التابعين'' جیسے الفاظ موجود ہوتے ہیں، لیکن کبار تابعین کا مفہوم ذکر نہیں کیا جاتا، اسی طرح اصولِ حدیث کی کتب میں بھی کبار تابعین سے متعلق معلومات یکجا مذکور نہیں، لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ''کبار تابعین'' کی اصطلاح کا تعارف اور اس سے متعلقہ اصولی وحدیثی مباحث اختصار کے ساتھ جمع کردیئے جائیں؛ تاکہ ''کبار تابعین'' سے متعلق مباحث ذہن نشین اور مستحضر رکھنا آسان ہو۔

کبار تابعین کا معنی ومصداق

کبار تابعین کے لغوی معنی ''بڑے تابعین'' کے ہیں، اور یہ جمع ہے، واحد کے لیے ''تابعی کبیر'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے، لیکن اصطلاح میں ''تابعی کبیر'' کا معنی ومفہوم کیا ہے؟ اور یہ لفظ کن حضرات کے لیے بولا جاتا ہے تو اس بارے میں اہلِ علم کا کچھ اختلاف ہے، جو کہ حسبِ ذیل ہے:

①- جس شخص نے حضور ﷺ کے عہد مبارک میں اسلام لایا ہو، لیکن نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب نہ ہوئی ہو تو ایسے شخص کو ''تابعی کبیر'' کہیں گے۔ نیز اس کو ''مخضرم'' بھی کہتے ہیں، تو گویا کہ مخضرمین حضرات ہی کبار تابعین ہیں۔ (۱)

②- جس شخص نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت سے ملاقات کی ہو، اس کو تابعی کبیر کہیں

گے، بخلاف اس تابعی کے جس کو چند صحابہؓ سے ملاقات کا شرف حاصل رہا ہو۔ (۲)

③- جو شخص کبار صحابہؓ یعنی بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شرفِ ملاقات حاصل کر چکا ہو، اس کو تابعی کبیر کہیں گے، بخلاف اس تابعی کے جس نے چھوٹے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہو۔ (۳)

④- جس شخص کی اکثر روایات بلاواسطہ صحابہ کرامؓ سے ہوں، وہ تابعی کبیر ہے، نہ کہ وہ تابعی جس کی اکثر روایتیں حضرات تابعین سے ہوں۔ (۴)

⑤- جس تابعی نے تمام ''عشرہ مبشرہؓ'' یا ان میں سے اکثر سے ملاقات کی ہو، وہ تابعی کبیر ہے، بخلاف اس تابعی کے جو ان میں سے کسی سے نہ ملا ہو، یا ایک دو سے ملاقات کی ہو۔ (۵)

ان تمام اقوال میں کوئی تضاد نہیں، لہٰذا ممکن ہے کہ کسی تابعی پر یہ تمام اقوال یا ان میں سے اکثر صادق آتے ہوں۔

کبار تابعین کی مراسیل کا مقبول ہونا

امام شافعیؒ، ان کے مقلدین اور متعدد حضراتِ محدثین مراسیلِ صحابہؓ اور چند شرائط کے ساتھ کبار تابعین کی مرسل روایات کے علاوہ کسی دوسرے تابعی وغیرہ کی مرسل روایت قبول نہیں کرتے، جبکہ احناف اور مالکیہ وغیرہ کے نزدیک تو مرسل روایت بعض شرطوں کے ساتھ مطلقاً قابلِ قبول ہے، اس اعتبار سے کبار تابعین کی مرسل روایت قبول کرنے پر اکثر اہلِ علم کا اتفاق ہوا، چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ومن نظر في العلم بخبرة وقلة غفلة، استوحش من مرسل كل من دون كبار التابعين.''(۶)

ترجمہ: ''جو شخص علم میں گہری نظر رکھتا ہوگا وہ کبار تابعین کے علاوہ تمام اشخاص کی مرسل روایت سے وحشت محسوس کرے گا۔''

بلکہ کبار تابعین کے علاوہ دیگر حضرات کی مرسل روایت کے بارے میں امام شافعیؒ نے تو یہاں تک فرمایا ہے:

''فأما من بعد كبار التابعين . . . فلا أعلم منهم واحداً يقبل مرسلهٗ.''(۷)

ترجمہ: ''کبار تابعین کے بعد والے حضرات میں سے کسی ایک شخص کو بھی میں نہیں جانتا جس کی مرسل روایت قبول کی جائے۔''

اس کی وجہ علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان کی ہے کہ کبار تابعین جب مرسل روایت ذکر کرتے تو عام

طور پر صحابیؓ کا واسطہ حذف ہوتا تھا، اور صحابیؓ کے علاوہ کسی دوسرے سے شاذ ونادر حدیث لیتے تو ثقہ سے ہی لیتے تھے، جبکہ یہ بات کبار تابعین کے علاوہ میں نہیں۔ علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

’’وكبار التابعين قل أن يرسلوا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا عن صحابي، وإن اتفق غيرهٗ نادرا فعن ثقة.‘‘(۸)

’’کبار تابعین جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل روایت ذکر کرتے تو عام طور پر صحابیؓ کا واسطہ حذف ہوتا تھا، اور صحابیؓ کے علاوہ کسی دوسرے سے شاذ ونادر حدیث لیتے تو ثقہ سے ہی لیتے تھے۔‘‘

مرسل روایت کی تعریف میں کبار تابعین کی شرط

کبار تابعین جب مرسل روایت ذکر کرتے تو عام طور پر صحابیؓ کا واسطہ حذف ہوتا تھا، اور صحابیؓ کے علاوہ کسی دوسرے سے شاذ ونادر حدیث لیتے تو ثقہ سے ہی لیتے تھے، جبکہ یہ بات کبار تابعین کے علاوہ میں نہیں۔ علامہ ابن ہمامؒ کی عبارت ملاحظہ ہو:

جمہور فقہاء ومحدثین کے نزدیک اگرچہ مرسل روایت کبار تابعین کے ساتھ خاص نہیں، لیکن اہلِ علم کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جنہوں نے مرسل روایت کی تعریف میں کبار تابعین کی شرط لگائی ہے، یعنی اگر تابعی کبیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حدیث منسوب کرکے بیان کرے گا تو اسے مرسل کہیں گے، کبار تابعین کے علاوہ اگر کسی دوسرے تابعی وغیرہ نے صحابیؓ کا واسطہ حذف کرکے روایت بیان کی تو اسے مرسل نہیں کہا جائے گا، چنانچہ علامہ ابنِ حجرؒ نے مرسل روایت کی ایک تعریف حسبِ ذیل ذکر کی ہے:

’’هو ما أضافه التابعي الكبير إلى النبي صلى الله عليه وسلم فيخرج بذلك ما أضافهٗ صغار التابعين ومن بعدهم.‘‘(۹)

ترجمہ: ’’مرسل وہ روایت ہے جو تابعی کبیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرکے بیان کرے، اس تعریف سے وہ روایت نکل جائے گی جو صغار تابعین یا ان کے بعد کے لوگ بیان کریں گے۔‘‘

اسی طرح حافظ ابنِ حجرؒ کے استاذ علامہ ابناسیؒ مرسل حدیث کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’وصورته التي لا خلاف فيها حديث التابعي الكبير.‘‘(۱۰)

یعنی ''مرسل روایت کی متفقہ صورت تابعی کبیر کی حدیث ہے۔''

کبار تابعین کی جہالت کا مضر نہ ہونا

حضراتِ محدثینؒ صحابیؓ کے علاوہ کسی دوسرے راوی کی جہالت کو اسبابِ طعن میں شمار کرتے ہیں، چنانچہ ان کے نزدیک حدیث کی صحت کے لیے راوی کا معلوم ومعروف ہونا ضروری ہے، البتہ کبار تابعین کو وہ اس سے مستثنیٰ کرتے ہیں کہ اگر کوئی راوی تابعی کبیر ہو تو اس کی جہالت صحتِ حدیث سے مانع نہیں ہوگی؛ کیونکہ ان پر صدق وعدالت جیسے اوصاف غالب تھے، جرح وطعن کے اسباب کم ہی پائے جاتے تھے، نیز اس حکم میں اوساطِ تابعین بھی ان کے ساتھ شریک ہیں۔ علامہ ذہبیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''وأما المجهولون من الرواة، فإن كان الرجل من كبار التابعين أو أوساطهم احتمل حديثه .''(۱۱)

یعنی ''مجہول راوی اگر کبار تابعین یا اوساط میں سے ہو، اس کی حدیث (جہالت کے باوجود) قابلِ تحمل ہوگی، یعنی اسے لیا جائے گا۔''

علمِ حدیث میں کبار تابعین کے تفردات مقبول ہونا

علمِ حدیث میں ''تفرد'' ایک خاص اصطلاح ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ کوئی روایت یا اس کا جزء صرف ایک فرد سے منقول ہو، تو چونکہ وہ روایت یا اس کا جزء صرف ایک ہی فرد نے بیان کیا ہے، دیگر ائمۂ فن نے ذکر نہیں کیا، لہٰذا اس میں ایک گونا شک واقع ہوگیا، اس لیے حضرات محدثین اس تفرد کے سلسلے میں یہ دیکھتے ہیں کہ وہ اس کا راوی کیسا ہے؟ اور وہ دوسرے حضرات کی روایت کے مخالف تو نہیں؟ لیکن اگر تفرد کبار تابعین سے صادر ہو تو اس صورت میں اسے قبول کیا جاتا ہے؛ کیونکہ اس زمانے میں اسناد زیادہ نہیں تھیں، اس لیے یہ عین ممکن تھا کہ کوئی روایت ایک راوی کو ملے، لیکن دوسرے حضرات کو نہ مل سکے۔ (۱۲)

کبار تابعین کے خصائص وامتیازات

اہلِ علم نے کبار تابعین کے بعض خصائص وامتیازات ذکر کیے ہیں جو دیگر حضرات تابعین اور بعد میں آنے والوں میں نہیں پائے گئے۔ ایک یہ کہ کبار تابعین میں وضع یعنی احادیث گھڑنے والے بہت کم، بلکہ نہ ہونے کے برابر تھے۔ (۱۳) پھر بعد میں وضاع وکذاب لوگ ظاہر ہونے شروع ہوئے۔ دوسری یہ کہ کبار تابعین نے احادیث کی نشر واشاعت میں بالکل صحابہ کرامؓ کا سا منہج اپنایا، چنانچہ امام حاکمؒ فرماتے ہیں:

''اتبع كبار التابعين الصحابة الكرامؓ في اهتمامهم بشأن الحديث ونشره بطريق الرواية.''(۱۴)

ترجمہ: ''کبار تابعین نے حدیث کے اہتمام اور روایت کے ذریعے اس کی نشر واشاعت میں صحابہ کرامؓ کی پیروی کی۔''

اسی طرح اور بھی متعدد امور ہیں جن میں کبار تابعین دیگر لوگوں سے ممتاز ہیں۔

مشہور کبار تابعین

مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ کو کبار تابعین میں شمار کیا جاتا ہے، اور ان کے نام یہ ہیں: سعید بن المسیب، قاسم بن محمد، عروہ بن زبیر، خارجہ بن زید، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، اور سلیمان بن یسار۔ (۱۵) نیز حضرت قیس بن ابی حازمؒ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ حضرات تابعین میں ان کے علاوہ تمام عشرہ مبشرہؓ سے روایت کرنے والا اور کوئی نہیں، چنانچہ علامہ زین الدین عراقیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''قيس بن أبي حازم سمع العشرة وروى عنهم، وليس في التابعين أحد روى عن العشرة سواه.''(۱۶)

ترجمہ: ''قیس بن ابی حازم نے عشرہ مبشرہؓ سے سماع کیا ہے، اور تابعین میں ان کے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں جس نے ان تمام سے روایت کی ہو۔''

خلاصہ یہ ہے کہ علومِ حدیث سے متعلق متعدد احکام ومصطلحات میں کبار تابعین کو خصوصی اہمیت اور حیثیت حاصل ہے، جس میں وہ دیگر تابعین اور رواۃِ حدیث سے ممتاز ہوتے ہیں، ان میں سے چند ایک مسائل اوپر ذکر کردیئے گئے ہیں۔ البتہ یہ بات ملحوظ رہے کہ بسا اوقات اوساط، بلکہ صغار تابعین پر بھی کبار تابعین کا لفظ بولا جاتا ہے۔ (۱۷) اور اس صورت میں اصطلاحی ''تابعی کبیر'' مراد نہیں ہوتا، بلکہ لغت وغیرہ کے اعتبار سے کسی کا بلند مقام ومرتبہ ظاہر کرنے کی غرض سے اس کو کبار تابعین میں ذکر کیا جاتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱- نزهة النظر شرح نخبة الفكر لابن حجر، (ص:۱۳٦)، الناشر: قديمي كتب خانه

۲- فتح المغيث بشرح ألفية الحديث للسخاوي، (۱۷۰/ ۱)، الناشر: مكتبة السنة- مصر، ط:۱٤۲٤هـ- ۲۰۰۳م

۳- النكت على كتاب ابن الصلاح لابن حجر، (٥٦۳/ ۲)، الناشر: عمادة البحث العلمي بالجامعة الإسلامية- المدينة المنورة، ط:۱٤۰٤هـ- ۱۹۸٤م

٤- حاشية العطار على شرح الجلال المحلي على جمع الجوامع للعطار، (٢٠٣/ ٢)، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت
٥- معرفة علوم الحديث للحاكم، النوع الرابع عشر، (ص:٨٨)، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت
٦- الرسالة للشافعي، (ص:٤٦٧)، الناشر: مكتبة الحلبي، مصر
٧- المصدر السابق، (ص:٤٦٥)
٨- فتح القدير لابن الهمام، (٢١٤/ ٤)، الناشر: دار الفكر، بيروت
٩- النكت على كتاب ابن الصلاح لابن حجر، (٥٤٣/ ٢)
١٠-الشذا الفياح من علوم ابن الصلاح للأبناسي، (١٤٧/ ١)، الناشر: مكتبة الرشد- الرياض، ط:١٤١٨ھ- ١٩٩٨م
١١- ديوان الضعفاء والمتروكين للذهبي، (ص: ٣٧٤)
١٢- أثر اختلاف الأسانيد والمتون في اختلاف الفقهاء لماهر ياسين فحل، (ص:٩٣)، الناشر: دار الكتب العلمية- بيروت- والشاذ والمنكر وزيادة الثقة لأبي ذر عبد القادر المحمدي، (ص:٤٥)، الناشر: دار الكتب العلمية- بيروت، ط:١٤٢٦ھ- ٢٠٠٥م
١٣-السنة قبل التدوين، محمد عجاج الخطيب، (ص:١٩٣)، الناشر: دار الفكر- بيروت، ط:١٤٠٠ھ- ١٩٨٠م
١٤-معرفة علوم الحديث للحاكم، (ص:١٤)
١٥-معرفة أنواع علوم الحديث لابن الصلاح، (ص:٤٠٨)، الناشر: دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ١٤٢٣ھ- ٢٠٠٢م
١٦-التقييد والإيضاح شرح مقدمة ابن الصلاح للعراقي، (ص:٣٢٠)، الناشر: المكتبة السلفية، المدينة المنورة
١٧- المفصل في علوم الحديث لعلي بن نايف الشحوذ، (٢٨٧/ ١)

یہودیوں کے عروج وزوال کی مختصر تاریخ
قرآنِ کریم کی روشنی میں

مولانا محمد نعمان خلیل
فاضل جامعہ

سورۂ بنی اسرائیل کے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے یہودیت کے زوال کی اَلم ناک تاریخ بیان کی ہے، اس سے قبل ''سورۃ البقرۃ'' میں ان کے جرائم اور اعمالِ بد کی بدولت انہیں قیامت تک کے لیے ذلت ومسکنت کا امتیازی تمغہ بھی دیا جاچکا ہے: ''وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ '' (البقرۃ:۶۱)

قرآن کریم بحیثیت معتبر تاریخی دستاویز

ویسے تو قرآن کریم کا اصل موضوع حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بقول ''تہذیبِ اخلاق'' ہے، لیکن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ''الفوز الکبیر'' میں مضامینِ قرآن کریم کی جو تقسیم فرمائی ہے، وہ بھی انتہائی اہمیت کی حامل ہے، ان مضامین میں سے ایک اہم مضمون ''تذکیر بأیام اللہ'' ہے، جس کے تحت گزشتہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصص اور مختلف قوموں کے عروج وزوال اور رفعت و پستی کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ اس ''تذکیر بأیام اللہ'' کو آسان لفظوں میں قوموں کے عروج وزوال کی داستان اور تاریخ سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے، اس لیے یہ کہنا بجا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں بنی اسرائیل کی مکمل تاریخ بیان فرمائی ہے، لیکن چوں کہ قرآن کریم کا مقصد صرف قصے اور کہانیاں نہیں کہ انہیں ایک ہی جگہ زمانے کی ترتیب کے ساتھ بیان کیا جائے، بلکہ جہاں تاریخ کے جس پہلو کو اُجاگر کرنا ضروری ہوا، وہاں اس پہلو کو ذکر فرمادیا گیا ہے، لیکن اگر کوئی قرآن کریم کو اس پہلو سے پڑھتا ہے کہ اس میں جو تاریخ بیان کی گئی ہے، اس میں غور وفکر کرے، تو وہ بلاخوف وتردید اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ قرآن کریم قوموں کے عروج وزوال کے حوالہ سے کائنات کا سب سے معتبر ترین اور مؤثر ترین تاریخی ذخیرہ ہے، کیوں کہ اس میں نہ مؤرخ کے جذبات وافکار کا دخل ہے، نہ اس کے عقائد ونظریات کی جانب داری، اور نہ ہی

روایت کے سقم وضعف کا کوئی امکان، مزید یہ کہ اس میں صرف قوموں کی نری تاریخ نہیں، بلکہ ان کے عروج وزوال کے ظاہری اور باطنی اسباب بھی بیان کیے گئے ہیں، اور ان کی خطاؤں اور لغزشوں کی نشاندہی کر کے آئندہ کے لیے اصلاحی امور کی طرف راہنمائی بھی کی گئی ہے۔

یہودیوں کے عروج کی تاریخ، قرآن کریم کی روشنی میں

سورۂ بنی اسرائیل میں یہودیوں کے زوال کی جو تاریخ بیان کی گئی ہے، اس سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ ان پر عروج کا بھی ایک زمانہ گزرا ہے، قرآن کریم نے جس طرح ان کے زوال کی تاریخ بیان کی ہے، اسی طرح ان کے عروج کو بھی ذکر فرمایا ہے، چنانچہ قرآن کریم کی رو سے یہودیوں کے عروج کا زمانہ حضرت طالوت کے جہاد سے شروع ہوتا ہے، جس میں حضرت داود علیہ السلام اپنی کمسنی، اور کم عمری کے باجود جالوت کا کام تمام کر دیتے ہیں، سورۃ البقرۃ (آیت نمبر: ۲۴۶ تا ۲۵۲) میں اس کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔ بعد ازاں حضرت داود علیہ السلام نے ملک شام میں اپنی سلطنت کا اعلان کیا۔ آپ علیہ السلام، انبیاء علیہم السلام کی تاریخ کے سب سے پہلے بادشاہ نبی تھے، اور بادشاہ کو نظامِ سلطنت چلانے کے لیے دو چیزیں بہت زیادہ درکار ہوتی ہیں: ایک علم وحکمت اور فہم وفراست، اور دوسری حفاظتی، اور دفاعی قوت۔ پہلی چیز تو نبوت کی وجہ سے مل گئی:

''وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَاۗءُ'' (البقرۃ:۲۵۱)

''اور ان کو (یعنی داؤد کو) اللہ تعالیٰ نے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور بھی جو جو منظور ہوا ان کو تعلیم فرمایا۔''

اور دوسری چیز کا انتظام اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا کہ لوہا ان کے لیے پگھلا دیا:

''وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ'' (سبا:۱۰،۱۱)

''اور ہم نے ان کے واسطے لوہے کو (مثل موم) نرم کر دیا، اور (یہ حکم دیا کہ) تم پوری زرہیں بناؤ اور (کڑیوں کے) جوڑنے کے انداز رکھو۔''

اب وہ لوہے کے ذریعے جو دفاعی قوت بنانا چاہتے، بنا سکتے تھے، چناں چہ زرہیں، تلواریں، اور اس وقت کے دیگر آلاتِ حرب بنانا ان کے لیے آسان ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے لوہے کی تخلیق کا بنیادی مقصد ہی جنگی طاقت وقوت مضبوط کرنا بتایا ہے، تاکہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے دین کی حفاظت و نصرت کی جائے:

''وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ۔'' (الحدید:۲۵)

''اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا، جس میں شدید ہیبت ہے اور (اس کے علاوہ) لوگوں کے اور بھی

طرح طرح کے فائدے ہیں اور (اس لیے لوہا پیدا کیا) تاکہ اللہ جان لے کہ بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی (یعنی دین کی) کون مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قوی اور زبردست ہے۔''

قصہ مختصر یہ کہ حضرت داود علیہ السلام کی وجہ سے بنی اسرائیل کو شان وشوکت اور حکومت ملی، لیکن انہوں نے اپنے اس محسن کے ساتھ کیا کیا؟ اس کا اندازہ سورۃ المائدۃ کی صرف اس آیت سے لگایا جاسکتا ہے:

''لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ'' (المائدۃ:۷۸)

''بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے۔''

حضرت داود علیہ السلام کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نبوت وحکومت سے سرفراز فرمائے گئے، علم وحکمت، فہم وفراست، آلاتِ حرب وجنگ اور سلطنت کی وسعت میں یہ اپنے والد سے بھی بڑھ گئے، لوہے کی مصنوعات کی فراوانی کے بعد تانبہ کا چشمہ بھی ان کی دسترس میں آ گیا، جس سے مزید جہادی اور جنگی قوت میں اضافہ ہوا: ''وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ'' (سبا:۱۲) ''اور ہم نے ان (سلیمان علیہ السلام) کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا۔''

جس کے نتیجہ میں ان کی حکومت زمین میں وسیع پیمانے پر پھیل گئی، انسانی افواج کے ساتھ ساتھ جنات اور چرند پرند بھی ان کے لشکر کا حصہ بن گئے، اس زمانے کے عظیم تخت کی مالکہ ''ملکہ بلقیس'' بھی ان کے ماتحت ہوگئی، جس کی روداد سورۃ النمل (آیت نمبر: ۲۲ تا ۴۴) میں شاندار انداز میں بیان کی گئی ہے۔

یہودیت کے زوال کی الم ناک تاریخ

اس عروج کے بعد یہودی انبیاء علیہم السلام کی وراثت پامال کرنے میں مصروف ہو گئے، پہلے آپس میں جھگڑ کر سلطنتِ سلیمانی کو تقسیم کیا، بعد ازاں اپنے مصلحین اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے انبیاء علیہم السلام کا قتل شروع کیا۔ توراۃ کے احکامات کو پسِ پشت ڈال دیا، تب اللہ تعالیٰ نے ان کی بیخ کنی کا اعلان فرمایا، اور ان کے متعلق پہلے سے یہ فیصلہ سنا دیا:

''وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا'' (الاسراء:۴)

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات بطور (پیشن گوئی) بتلا دی تھی کہ تم سرزمین (شام) میں دو بار خرابی کرو گے (ف ۸) اور بڑا زور چلانے لگو گے۔''

اس آیتِ کریمہ میں اُن کے زوال کے دو دوروں کی طرف اشارہ ہے، چنانچہ ان کے اعمالِ بد، خواہشاتِ نفسانیہ، قتلِ انبیاء علیہم السلام کے نتیجہ میں پہلے دور میں اللہ تعالیٰ نے عراقی بادشاہ ''بخت نصر'' کو ان پر مسلط کیا، قرآن کریم نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

''فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ أُولٰـهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ أُولِىْ بَأْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا'' (الاسراء:۵)

''پھر جب ان دو بار میں سے پہلی بار کی میعاد آوے گی، ہم تم پر اپنے ایسے بندوں کو مسلط کریں گے جو بڑے جنگ جو ہوں گے، پھر وہ گھروں میں گھس پڑیں گے اور یہ ایک وعدہ ہے جو ضرور ہو کر رہے گا۔''

اس تسلط سے ان کی نسلیں اُجڑ گئیں، گھر تباہ ہوگئے، بیت المقدس ویران ہوگیا، ہیکلِ سلیمانی کی عمارت کو منہدم کردیا گیا، باقی ماندہ لوگ ستر سال تک عراق میں غلامی کی زندگی گزارنے مجبور ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں پھر قوت وطاقت ملی، ایک بار پھر عراق سے شام کی طرف آئے، اپنی نسلیں آباد کرنے لگے، اور مال ومتاع میں بھی اضافہ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا، لیکن یہ اپنی پرانی روش پر چل پڑے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازشیں کرنے لگے، بزعم خود یہ انہیں شہید بھی کرچکے، جس کی پاداش میں دوسری بار پھر زوال کی تاریخ دُہرائی گئی، اس مرتبہ کا زوال پہلے سے بھی سخت تھا، روم کا بادشاہ طیطوس ان پر مسلط ہوا، جس کی روداد قرآن کریم میں عجیب انداز میں سنائی گئی ہے:

''فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءُا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا'' (الاسراء:۷)

''اگر اچھے کام کرتے رہو گے تو اپنے ہی نفع کے لیے اچھے کام کرو گے اور اگر (پھر) تم برے کام کرو گے تو بھی اپنے ہی لیے، پھر جب پچھلی بار کی میعاد آوے گی، ہم پھر دوسروں کو مسلط کردیں گے، تاکہ (مار مار کر) تمہارے منہ بگاڑ دیں اور جس طرح وہ لوگ مسجد (بیت المقدس) میں گھسے تھے، یہ لوگ بھی اس میں گھس پڑیں اور جس جس پر ان کا زور چلے سب کو برباد کرڈالیں۔''

اس عروج وزوال کی تاریخ اور اس کے اسباب وپسِ منظر اور یہودیوں کی فطرتی بدعادات واطوار کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر قیامت تک کے لیے ایک مہر ثبت کردی، اور تا قیامت ان کے لیے فیصلہ کن جملہ قرآن کریم کا حصہ بنادیا:

''وَإِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا'' (بنی اسرائیل:۸)

''اور اگر تم پھر وہی (شرارت) کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے۔''

یہ فیصلہ کن جملہ ان کے ماضی کی سیاہ تاریخ، حال کی رسوائی اور مستقبل کی ترجمانی کررہا ہے، اور کرتا رہے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ، واللہ اعلم بالصواب!

..... ۞ ..... ۞ ..... ۞ .....

حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

جامعہ عبیدیہ فیصل آباد کے مہتمم، دار العلوم کبیر والا کے فاضل، جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا کے سابق مدرس، حضرت مولانا عبد المجید لدھیانویؒ کے محبوب شاگرد، حضرت مولانا محمد عبد اللہ بہلویؒ کے مسترشد، حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ کے خلیفہ مجاز، ہزاروں طلبہ و علماء کے استاذ و شیخ حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب ۲۴ ر شوال المکرم ۱۴۴۵ھ مطابق ۳ رمئی ۲۰۲۴ء بروز جمعہ اس دنیائے رنگ و بو میں ۵۷ بہاریں دیکھ کر راہیِ عالم آخرت ہوگئے، إنا للہ و إنا إلیہ راجعون ! إن للہ ما أخذ ولہ ما أعطیٰ و کل شيء عندہٗ بأجل مسمّٰی !

حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب سے پہلا تعارف اس وقت ہوا جب آپ اپنے تین ساتھیوں سمیت حضرت خواجۂ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد قدس سرہٗ کی خانقاہ کندیاں شریف میں تین دن کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے، میں بھی اپنے دو رُفقاء کے ساتھ تین دن کے لیے خانقاہ سراجیہ گیا ہوا تھا، ایک ہی کمرے میں اور ایک ہی دسترخوان پر تینوں دن کھانا ساتھ کھاتے رہے۔ اس وقت دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ فیصل آباد سے تشریف لائے ہوئے ہیں اور آپ کا نام سید جاوید حسین ہے۔ اسی طرح دوسری بار کراچی دفترِ ختمِ نبوت باب الرحمت میں آپ میرے شیخ و مربی حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہید قدس سرہٗ سے ملنے کے لیے تشریف لائے، حضرت جلال پوری شہیدؒ اس وقت حضرت مولانا محمد عبد اللہ بہلوی قدس سرہٗ کے تحریر کردہ رسائل کی تسہیل کر رہے تھے، ایک جگہ پر حضرتؒ کو کچھ اشکال تھا تو آپ نے سید جاوید حسین شاہ صاحب کے سامنے اپنا اشکال رکھا تو انہوں نے تھوڑی ہی دیر میں وہ اشکال حل کر دیا۔ اسی طرح ایک بار حج کے موقع پر جب حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی

قدس سرہٗ حیات تھے اور ختمِ نبوت حج گروپ کے ساتھ حج کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے، شاہ صاحب فجر کی نماز کے بعد ان کے ہوٹل میں ان سے ملنے کے لیے تشریف لائے تو حضرت کے کمرے سے متصل ہمارا کمرہ تھا، صبح کی نماز کے بعد ہم ذکر کررہے تھے تو حضرت شاہ صاحب بھی کمرے میں آ گئے اور ذکر میں آخر تک شریک رہے اور پھر جب تک ہم مکہ مکرمہ کے اس ہوٹل میں رہے، حضرت ذکر کے لیے روزانہ تشریف لاتے رہے۔

آپ دسمبر ۱۹۴۸ء میں مغل پورہ لاہور میں پیدا ہوئے، اس کے بعد آپ کے والدین ٹوبہ ٹیک سنگھ کے نواحی گاؤں کلویا میں منتقل ہوگئے۔ ابتدائی اسکول کی تعلیم اپنے چک میں حاصل کی، ۱۹۶۱ء میں مڈل میں پوزیشن حاصل کی، جس کے نتیجے میں حکومت کی طرف سے آپ کے لیے وظیفہ جاری کیا گیا، لیکن آپ دینی تعلیم حاصل کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ مدرسہ مدنیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں داخلہ لیا، چھ سال تک یہاں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ۱۹۶۸ء میں دار العلوم کبیروالا میں داخلہ لیا، چار سال یہاں تعلیم جاری رکھی، دورۂ حدیث شریف یہیں پڑھا۔ وفاق المدارس العربیہ کے سالانہ امتحانات میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ ۱۹۷۱ء میں جامعہ خیر المدارس میں دورۂ تکمیل کے لیے داخلہ لیا اور اس میں معقولات علمِ حدیث وغیرہ مختلف علوم وفنون کی منتہی کتابیں پڑھیں، دو سال میں تکمیل کی۔ اس دوران مختلف اساتذہ سے فقہ وافتاء کی تعلیم بھی حاصل کی۔ سال کے آخر میں شعبان و رمضان میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ (بانی جامعۃ الرشید) کے پاس تمرینِ افتا کی۔ دورۂ تفسیر حضرت شیخ التفسیر مولانا محمد عبد اللہ بہلویؒ سے پڑھا۔

پھر اپنے محبوب استاذ حضرت مولانا عبد المجید لدھیانویؒ کے حکم پر ۱۹۷۴ء میں جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا میں تدریس شروع کی، یہاں گیارہ سال تدریس کی۔ بخاری شریف کے علاوہ حدیث کی تمام کتابیں پڑھائیں۔ اس کے بعد اپنے شہر فیصل آباد میں دار العلوم فیصل آباد میں انیس سال تدریس کی۔ اس دوران جامعہ عبیدیہ کی بنیاد رکھی اور اپنے مدرسے کو پروان چڑھایا، پھر دار العلوم فیصل آباد سے یہیں آ گئے اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ ہر سال شعبان اور رمضان میں دورۂ تفسیر بھی پڑھاتے تھے۔

آپ تصوف وسلوک سے گہری وابستگی وشغف رکھتے تھے۔ ۱۹۷۲ء میں آپ نے حضرت مولانا محمد عبد اللہ بہلویؒ کی بیعت کی، ان سے تصوف کے اسباق پڑھے، ذکرِ سبعہ صفات تک پہنچے تھے کہ حضرت بہلویؒ کا انتقال ہوگیا، پھر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے فرزند حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ سے ۱۹۷۷ء میں بیعت کی، ۱۹۸۳ء میں حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ نے آپ کو خلافت دی، ان کے علاوہ بھی کئی مشائخ حضرت خواجہ خان محمدؒ، حضرت مفتی عبد الستارؒ، حضرت سید نفیس الحسینیؒ وغیرہ سے کسبِ فیض کیا۔

دار العلوم پیپلز کالونی کی تدریس کے دوران جامعہ عبیدیہ کی بنیاد رکھی۔ اپنے جامعہ کا نام رکھنے میں

بھی اپنے مرشد مولانا عبید اللہ انورؒ کے نام کی مناسبت کو سامنے رکھا۔ جامعہ عبیدیہ نام تجویز کیا۔ حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ اپنے دور کے نامور استاذ العلماء تھے۔ درسِ نظامی کی تمام کتب بڑی شان کے ساتھ پڑھائیں اور سیکڑوں علماء و ہزاروں شاگردوں نے آپ سے علمِ دین پڑھا۔ شعبان المعظم اور رمضان المبارک میں مدارس کی چھٹیوں کے دوران حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ کی طرز پر تفسیرِ قرآن پڑھاتے تھے۔ مدارسِ عربیہ کے فضلاء، اساتذہ اور منتہی طلباء نے آپ سے دورہ تفسیر پڑھا۔ حضرت لاہوریؒ، حضرت بہلویؒ، حضرت درخواستیؒ، مولانا غلام اللہ خانؒ، مولانا سرفراز خان صفدرؒ ایسے حضرات کے دورہ تفسیر کی کلاسوں کے خلا کو مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب کے دورہ تفسیر کی کلاس نے پُر کیا۔ مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحبؒ کو خدا تعالیٰ نے جو مقامِ محبوبیت عطا کیا، وہ قابلِ رشک تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں خلقِ خدا کا آپ کی طرف رجوع ہو گیا۔ خلافت ملنے کے بعد آپ نے لوگوں کو فیضیاب کرنا شروع کیا، پاکستان اور بیرون ملک لوگوں کی بڑی تعداد آپ سے وابستہ ہوئی۔ خانقاہ عبیدیہ اقبال ٹاؤن آپ کے مرکز میں ہر بدھ کو مجلسِ ذکر ہوتی تھی، جن میں سالکین کی بڑی تعداد شریک ہوتی تھی۔ آپ کے ملفوظات کی بہت سی کتابیں شائع ہوئیں۔ وعظ و نصائح پر مشتمل مجالسِ ذکر بھی معروف ہے۔ رمضان میں لوگ آپ کے ہاں اعتکاف کرتے تھے۔

آپ ہر سال بلا ناغہ ختمِ نبوت کانفرنس چناب نگر تشریف لاتے، ہمیشہ عوام میں بیٹھ کر کانفرنس میں شرکت کرتے اور واپس چلے جاتے۔ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحبؒ کے امیر مرکزیہ بننے کے بعد ان کے حکم پر اسٹیج پر تشریف لاتے، لیکن بیان بالکل نہ کرتے۔ لگتا ہے کہ پوری کانفرنس میں اپنی شرکت کے دوران صرف دعاؤں میں مصروف رہتے۔

آپ پچھلے کچھ عرصہ سے گردوں کے مریض ہو گئے تھے، علاج معالجہ جاری رہا، تبلیغی و خانقاہی سفر بھی جاری رہے۔ اب کچھ مہینوں سے بہت زیادہ علالت حاوی ہو گئی تھی تو اسفار بند کر دیے تھے۔ بہت بہادر انسان تھے کہ بیماری کے باوجود جو اور جتنے خیر کے کام کر سکتے تھے آخری وقت تک جاری رکھے۔ کافی حضراتِ علماء کو خلافت سے سرفراز کیا جو آپ کے بعد تصوف کی دنیا کو شاد کام رکھیں گے۔ آپ نے پسماندگان میں ہزاروں طلبہ اور مسترشدین کے علاوہ ایک صاحبزادہ، تین بیٹیاں اور ایک بیوہ چھوڑی ہیں۔ آپ کے فرزند مولانا سید محمد زکریا شاہ سلمہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، آپ کا جنازہ فیصل آباد کے چند بڑے جنازوں میں شمار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت سید جاوید حسین شاہ صاحبؒ کی جملہ حسنات کو قبول فرمائے، آپ کو جنت الخلد کا مکین بنائے اور آپ کے لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین!

بینات کے باتوفیق قارئین سے حضرت کے لیے ایصالِ ثواب کی درخواست ہے۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

کمپنی سے کمیشن لینے کے لیے عمل اور عقد کی صورتیں

ادارہ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

کراچی میں چائنہ کی کمپنی ہے، وہ معدنیات وغیرہ خریدتی ہے، اس کے ایک ملازم سے میرا رابطہ ہے، وہ کہتا ہے کہ ہماری کمپنی کو فلاں چیز کی ہر مہینہ اتنے ہزار ٹن کی ضرورت ہے۔

❶- میں بیچنے والی پارٹی سے بات کرتا ہوں کہ اس کمپنی کو ہر مہینے اتنے یا کم و بیش ٹن کی ضرورت رہتی ہے، اگر آپ ہر مہینے دے سکتے ہیں تو میں بات کروا دیتا ہوں۔ کمپنی کا ملازم مجھے کہتا ہے کہ بس آپ ہمارا رابطہ کروا دیں، آپ کا کمیشن جو بنے گا آپ کو ملتا رہے گا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ مجھے ہر مہینہ نیا عقد کروانا پڑے گا یا شروع میں بات کی ہوئی کافی رہے گی؟ کمپنی سے اس صورت میں کمیشن لینے کی جائز صورت کیا ہوگی؟

❷- بائع کے پاس معدنیات کا پہاڑ ہے، میں ان سے کہتا ہوں کہ اس کمپنی کو اتنے ہزار ٹن کی ہر ہفتے یا ہر مہینے ضرورت ہے، آپ نکال کے دیتے آئیں، کیا اس صورت میں بھی ہر دفعہ نیا عقد کروانا پڑے گا؟ اس صورت میں کمیشن لینے کی جائز صورت کیا ہوگی؟

❸- بائع سے رابطہ کروا دینے کی صورت میں کمپنی ملازم سے کچھ طے نہ کروں، وہ اپنی خوشی سے جتنا بھی کمیشن دیتا ہے میں اس پر خوش رہوں، کیا اس صورت میں میرا کمیشن لینا درست ہے؟

❹- میں بائع اور مشتری کے درمیان ایک تیسرے آدمی سے بات کرتا ہوں کہ اس کمپنی کو فلاں چیز ہر مہینے اتنی ضرورت ہے، آپ فلاں بائع سے لیں اور اس کمپنی تک پہنچائیں، جو کمیشن بنے اس کا ایک حصہ مجھے دیں، کیا اس صورت میں بھی مجھے ہر دفعہ عقد کروانا پڑے گا یا ایک دفعہ عقد کروانا کافی ہوگا؟

مہربانی فرما کر میرے ان سوالوں کا جواب شریعت کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔ جو جواز کی صورت ہو وہ مجھے بتا دیں، تا کہ میں حرام مال سے بچ جاؤں۔ شکریہ

مستفتی: شفیق، جہلم

الجواب حامدًا و مصليًا

❶، ❷-صورتِ مسئولہ میں سائل کا بائع (بیچنے والے) یا مشتری (خریدنے والے) یا دونوں کی طرف سے دلال (ایجنٹ) بننا جائز ہے، اور بائع اور مشتری کے درمیان رابطہ اور خرید وفروخت کرانے کی وجہ سے متعین اُجرت لینا بھی جائز ہے، البتہ سوالنامے کے مطابق رابطہ کرانے کا عمل صرف پہلی خرید وفروخت میں پایا جارہا ہے، لہٰذا دلال (ایجنٹ) پہلی مرتبہ کمیشن لینے کا حقدار ہوگا، بعد والے مہینے کی خرید وفروخت پر کمیشن اور اُجرت لینے کا حق نہیں ہوگا، کیونکہ اُجرت منفعت یا پھر عمل کے بدلے میں ہوسکتی ہے، جبکہ پہلی مرتبہ کے علاوہ خرید وفروخت میں دلال (ایجنٹ) کی کوئی محنت (رہنمائی) یا عمل نہیں پایا جارہا ہے، البتہ ایسی صورت میں کمیشن لینے کی جائز صورت یہ ہے کہ ہر مہینے میں دلالی کا نیا عقد کیا جائے، اس کے بعد دلالی کرنے پر ہر مہینے کا کمیشن اور اجرت لینا جائز ہوگا یا یہ کہ سائل مستقل طور پر کمپنی یا خریدار پارٹی کی طرف سے اس طرح کی خدمات کے لیے مستقل ملازمت اختیار کرلے۔

''فتاویٰ شامی'' میں ہے:

''قال فی البزازية: إجارة السمسار والمنادى والحمامي والصكاك وما لا يقدر فيه الوقت ولا العمل تجوز بما كان للناس به حاجة و يطيب الأجر لو قدر أجر المثل.''

(باب الإجارة الفاسدة ، كتاب الإجارة، ص: ٤٧ ١، المجلد السادس، ایچ ایم سعید)

''فتاویٰ شامی'' میں ہے:

''وفي الحاوي: سئل محمد بن مسلمة عن أجرة السمسار فقال: إنه لا بأس به وإن كان في الأصل فاسداً لكثرة التعامل.''

(مطلب في أجرة الدلال، كتاب الإجارة، ص: ٦٣، المجلد السادس، ایچ ایم سعید)

''الدر المختار'' میں ہے:

''وأما الدلال فإن باع العين بنفسه بإذن ربها فأجرتهٗ على البائع وإن سعى بينهما و باع المالك بنفسه يعتبر.'' (فصل فيمايد خل في البيع تبعاً و مالا يدخل، كتاب البيوع، ص: ٥٤٧، المجلد الرابع، ایچ ایم سعید)

''ہدایہ'' میں ہے:

’’قال: الأجرة لا تجب بالعقد وتستحق بإحدى معان ثلاثة، إما بشرط التعجيل أو بالتعجيل من غير شرط أو باستيفاء المعقود عليه.‘‘

(باب الأجر متی یستحق، کتاب الإجارات، ص: ۲۹۷، المجلد الثالث، مکتبہ رحمانیہ)

❸- اوپر لکھا گیا ہے کہ صرف پہلی مرتبہ بروکری لینا جائز ہوگا، اس بروکری کا متعین کرنا بھی ضروری ہے۔

’’تنویر الأبصار مع الدر المختار‘‘میں ہے:

’’(تفسد الإجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد فكل ما أفسد البيع) مما مر (يفسدها) كجهالة مأجور أو أجرة أو مدة أو عمل.‘‘

(باب الإجارة الفاسدة، ص: ٤٦، المجلد السادس، ایچ ایم سعید)

’’فتاویٰ عالمگیری‘‘میں ہے:

’’دفع ثوبا إليه وقال: بع بعشرة، فما زاد، فهو بيني وبينك وقال أبو يوسف رحمه الله: إن باعه بعشرة أو لم يبع فلا أجر له وإن تعب له في ذلك، ولو باعه باثني عشر أو أكثر فله أجر مثل عمله وعليه الفتوى.‘‘ (الفصل الرابع في فساد الإجارة إذا كان المستأجر مشغولا بغيره، کتاب الإجارة، ص: ٤٥١، المجلد الرابع، مکتبہ رشیدیہ)

❹- بائع اور مشتری کے درمیان تیسرے آدمی کی رہنمائی اور دلالی کرنے کی اُجرت لینا جائز ہے، جب کہ اس کی رہنمائی کے نتیجے میں خرید وفروخت پائی گئی ہو، اس کے بعد اگر دونوں پارٹیاں اپنے طور پر خرید و فروخت کا معاملہ کریں تو پہلی مرتبہ دلالی کرنے والے کو بعد کے معاملات کی اُجرت نہیں ملے گی، اس لیے کہ اس خرید وفروخت میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

’’ہدایہ‘‘میں ہے:

’’قال: الأجرة لا تجب بالعقد وتستحق بإحدى معان ثلاثة: إما بشرط التعجيل أو بالتعجيل من غير شرط أو باستيفاء المعقود عليه.‘‘

(باب الأجر متی یستحق، کتاب الإجارات، ص:۲۹۷، المجلد الثالث، مکتبہ رحمانیہ)

فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر: 18126-1442ھ دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

شیئرز کی خرید وفروخت کا طریقہ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

❶ - اگر میں شیئر زخرید کر فوراً بیچ دوں تو یہ خرید وفروخت میرے لیے جائز ہے یا ناجائز؟

❷ - اگر میں نے شیئر زخریدے اور اس کے فوراً بعد میرے پاس ایک میسج (SMS) آ گیا کہ آپ نے ۵۰۰ شیئر زخریدے ہیں، اس کے بعد وہی شیئر ز میں بیچ دوں؟ یا اس کے لیے مجھے رسید لینا ضروری ہوگی؟ تو کس صورت میں بیچ سکتا ہوں یا کونسی صورت میرے لیے جائز ہوگی؟ مستفتی: فیاض احمد خان

الجواب حامدًا و مصليًا

واضح رہے کہ شیئرز کی خرید وفروخت کے جائز ہونے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے:

① - جس کمپنی یا ادارہ کے حصص (شیئرز) کی خرید وفروخت کی جارہی ہو واقعۃً وہ کمپنی یا ادارہ موجود ہو، یعنی اس کے ماتحت کوئی جائیداد، کارخانہ، مل، فیکٹری یا کوئی اور چلتا کاروبار موجود ہو، اور اگر کمپنی یا ادارہ کے تحت مذکورہ اشیاء نہ ہوں یا کمپنی یا ادارہ سرے سے موجود ہی نہ ہو، صرف اس کا نام ہو اور اس کے شیئرز بازار میں اس لیے چھوڑے گئے ہوں کہ اس پر پہلے سے زیادہ رقم حاصل کی جائے اور منافع حاصل کیے جائیں تو ایسی کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت جائز نہیں، کیوں کہ ہر شیئر کے مقابل میں جمع شدہ روپے کی رسید ہے، کوئی جائیداد یا ایسا مال نہیں جس پر منافع لے کر فروخت کیا جا سکے۔

② - کمپنی کا سرمایہ جائز اور حلال ہو۔

الف: یعنی جس موجود کمپنی، کاروبار یا کارخانہ کے حصص (شیئرز) خرید وفروخت کیے جارہے ہوں اس کا سرمایہ جائز اور حلال ہو، رشوت، چوری، غصب، خیانت، سود، جوئے اور سٹہ پر حاصل شدہ رقم نہ ہو، لہٰذا سودی ادارے جیسے بینک یا انشورنس کمپنی وغیرہ کے شیئرز کی خرید وفرخت جائز نہیں ہے۔

ب: کمپنی کے شرکاء میں سودی کاروبار کرنے والے یا کسی اور ناجائز اور حرام کاروبار کرنے والے اداروں یا افراد کی رقم شامل نہ ہو۔

③ - کمپنی یا ادارہ کا کاروبار جائز اور حلال ہو۔

الف: یعنی کمپنی یا ادارہ کے کاروبار کے طریقہ کے درست ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ کمپنی یا ادارہ کا کاروبار بھی جائز ہو، مثلاً: شرعی شراکت اور شرعی مضاربت کی بنیاد پر کاروبار ہو، اگر کاروبار ناجائز ہوگا تو اس کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت جائز نہیں ہوگی۔

ب: اور کمپنی کا کاروبار حلال اور جائز اشیاء کا ہو، مثلاً شراب، جاندار کی تصاویر، ٹی وی، وی سی آر اور ویڈیو فلم، سینما وغیرہ کے کاروبار والی کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفرخت بھی ناجائز ہے۔

④-شیئرز کی خرید وفرخت میں شرائطِ بیع کی پابندی کرنا۔

یعنی مذکورہ کمپنی یا ادارہ کے شیئرز کی خرید وفروخت بیع وتجارت کے شرعی اصولوں کے مطابق ہو، مثلاً آدمی جن شیئرز کو خرید کر بیچنا چاہتا ہے اس پر شرعی طریقہ سے قابض ہو اور دوسروں کو تسلیم اور حوالہ کرنے پر بھی قادر ہو۔

واضح رہے کہ شیئرز میں قبضہ کا حکم ثابت ہونے کے لیے صرف زبانی وعدہ کافی نہیں ہے، نام رجسٹرڈ یا الاٹ ہونا ضروری ہے، اس سے پہلے صرف زبانی وعدہ یا غیر رجسٹرڈ شیئرز کی خرید وفروخت باقاعدہ فزیکلی طور پر ڈیلیوری ملنے سے پہلے ناجائز ہے، البتہ یہ درست ہے کہ شیئرز پہلے بائع کے نام رجسٹرڈ ہوں اور بائع اس کی قیمت بھی ادا کردے اور اس کے پاس ڈیلیوری آجائے، اس کے بعد اس کی خرید وفروخت جائز ہوگی، یا شیئرز وصول کر لیے ہیں، لیکن ابھی تک قیمت ادا نہیں کی تو اس صورت میں بھی مذکورہ شیئرز کو فروخت کر کے نفع لینا جائز ہے، کیوں کہ مبیع پر قبضہ ثابت ہے۔

⑤-منافع کی کل رقم کو تمام حصہ داروں کے درمیان شیئرز کے مطابق تقسیم کرنا، مثلاً کمپنی میں جو منافع ہوا ہے اسے تمام حصہ داروں میں ان کے شیئرز کے مطابق تقسیم کر دیا جائے، لیکن اگر کوئی کمپنی مستقبل کے ممکنہ خطرہ سے نمٹنے کے لیے منافع میں سے مثلاً ۲۰٪ فیصد اپنے لیے مخصوص کرتی ہے اور ۸۰ فیصد منافع کو حصہ داروں میں تقسیم کرتی ہے تو اس کمپنی کے شیئرز کی خرید وفروخت ناجائز اور حرام ہے، کیوں کہ یہ کمپنی شرعی شراکت کے خلاف ناجائز کاروبار کرتی ہے۔

(ماخوذ از جواہر الفتاویٰ، م: مفتی عبدالسلام چاٹگامی صاحب، ۳/ ۲۵۸، ط: اسلامی کتب خانہ)

❶، ❷ - مذکورہ تفصیل کی رو سے صورتِ مسئولہ میں سائل کے لیے شیئرز کو فروخت کرنا اس صورت میں جائز ہوگا جب سائل کو خریدے گئے شیئرز کی باقاعدہ ڈیلیوری مل جائے، یعنی جس کمپنی کے حصص بیچے گئے ہیں، اس کمپنی کے ریکارڈ میں سی ڈی سی (C.D.C) کے ذریعے ان حصص کی منتقلی سائل (خریدار) کے نام ہو جائے، لہٰذا سی ڈی سی اکاؤنٹ میں سائل کے نام پر شیئرز منتقل ہونے سے پہلے شیئرز کو آگے فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

’’حدثنا علي بن عبد الله، حدثنا سفيان، قال: الذي حفظناه من عمرو بن دينار، سمع طاؤسا، يقول: سمعت ابن عباس رضي الله عنهما، يقول: أما

الذي نهى عنه النبي صلى الله عليه وسلم فهو الطعام أن يباع حتى يقبض ، قال ابن عباسؓ: ولا أحسب كل شيء إلا مثله.''

(صحيح البخاري، ١ / ٢٨٦، باب بيع الطعام قبل أن يقبض، ط: سعيد)

''البحر الرائق''میں ہے:

''قبض كل شيء وتسليمه يكون بحسب ما يليق به.''

(٥ / ٢٤٨، كتاب الوقف، ط: سعيد)

''بدائع الصنائع''میں ہے:

''(ومنها) القبض في بيع المشتري المنقول فلا يصح بيعه قبل القبض؛ لما روي أن النبي - صلى الله عليه وسلم - ''نهى عن بيع ما لم يقبض''، والنهي يوجب فساد المنهي؛ ولأنه بيع فيه غرر الانفساخ بهلاك المعقود عليه؛ لأنه إذا هلك المعقود عليه قبل القبض يبطل البيع الأول فينفسخ الثاني؛ لأنه بناه على الأول، وقد ''نهى رسول الله - صلى الله عليه وسلم - عن بيع فيه غرر.'' (٥ / ١٨٠، كتاب البيوع، ط: سعيد)

فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر: 1123-1438ھ — دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

حرام کھانے کی ہوم ڈیلیوری کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

جناب! میں کینیڈا میں مقیم پاکستانی ہوں، میرا سوال یہ ہے کہ یہاں پر ایک کمپنی فوڈ ڈیلیوری (کھانا سپلائی) کی جاب دیتی ہے، جس میں ہم مختلف ریسٹورنٹ میں جا کر ''Sealed Packed'' (پیک شدہ) فوڈ (کھانا) لے کر کسٹمر (گاہک) کو ڈیلیور کرتے (پہنچاتے) ہیں۔ اس کھانے میں کیا ہوتا ہے ہمیں معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ یہاں غیر مسلم زیادہ رہتے ہیں، اس لیے کھانا زیادہ تر حرام گوشت کا ہی ہوتا ہے، کبھی مچھلی یا کبھی سبزی۔

کیا ایسی ڈیلیوری جاب کرنا میرے لیے جائز ہوگا؟

نوٹ: کھانے کے اس گوشت کو بہ ظاہر ہم ہاتھ نہیں لگاتے، Box (ڈبہ) کو ہاتھ لگاتے ہیں۔

الجواب حامدًا ومصليًا

صورتِ مسئولہ میں سائل کے لیے مذکورہ ڈیلیوری کی ملازمت جائز نہیں ہے، اس لیے کہ جن چیزوں کا کھانا پینا خود مسلمانوں کے لیے جائز نہ ہو وہ چیزیں کسی غیر مسلم کو فراہم کرنا بھی ناجائز ہے، کیوں کہ کسی کو حرام اشیاء فراہم کرنا گناہ پر تعاون ہے جو کہ ناجائز ہے۔ نیز جب سائل کو اتنا معلوم ہے کہ مذکورہ کمپنی حلال کے ساتھ ساتھ حرام اشیاء بھی فراہم کرتی ہے تو اس کام کے ناجائز ہونے کے لیے اتنا کافی ہے، ہر ہر پیکٹ کے متعلق الگ سے معلوم ہونا ضروری نہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ‘‘ (المائدۃ:۲)

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

’’لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخمر عشرة عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة إليه الخ‘‘(جامع الترمذي، أبواب البيوع، ج:١، ص:٢٤٢)

’’بدائع الصنائع‘‘ میں ہے:

’’حرمة الخمر والخنزير ثابتة في حقهم كما هي ثابتة في حق المسلمين، لأنهم مخاطبون بالحرمات وهو الصحيح عند أهل الأصول.‘‘

(كتاب السير، ج:٦، ص: ٨٣،ط : كوئٹه)

’’ہدایہ‘‘ میں ہے:

’’ولا أن يسقي ذميا ولا أن يسقي صبيا للتداوي، والوبال على من سقاه.‘‘

(كتاب الأشربة: ٤ / ٥٠٣)

’’موسوعۃ فقہیہ کویتیہ‘‘ میں ہے:

’’اتفقوا على أنه لا يجوز للمسلم أن يؤجر نفسه للكافر تعمل لا يجوز له فعله كعصر الخمر ورعي الخنازير وما أشبه ذلك.‘‘ (ج:١٩،ص: ٤٥، ط: كويت)

فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر: 7329-1441ھ دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

..... ❀ ..... ❀ ..... ❀ .....

نَقدُ و نَظَر

ادارہ

نسيم المفتي في حل مباحث شرح عقود رسم المفتي

مرتب: مفتی رضوان نسیم قاسمی۔ صفحات: ۱۳۶۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: مکتبۃ الایمان، کراچی۔ رابطہ نمبر: 0321-2466024

’’عقود رسم المفتی‘‘ ایک نظم (منظومہ) ہے، جو افتاء اور فتویٰ نویسی کے اصول وضوابط پر مشتمل ہے، اس کی شرح ’’شرح عقود رسم المفتي‘‘ کے نام سے مشہور ومعروف کتاب ہے جو مفتی کا کورس کرنے والے تخصص فقہ اسلامی کے طلبہ کو پڑھائی جاتی ہے، زیرِ تبصرہ کتاب میں اس نظم کا ترجمہ کیا گیا ہے، افتاء اور فتویٰ نویسی کے اصول وضوابط اور منہج وطُرق بیان کیے گئے ہیں، فقہ اور فتاویٰ کی معتبر اور غیر معتبر کتب کی علامات ذکر کی گئی ہیں اور ائمہ کے اختلافی اقوال میں ترجیح کے اصول وقواعد پر مستند اور معتبر کتب کے بارے میں اَبحاث درج کی گئی ہیں۔ اس کتاب کے مرتب مفتی رضوان نسیم قاسمی صاحب ہندوستان کے معہد الدراسات العلیا، پھلواری شریف پٹنہ کے فقہ وافتاء کے استاذ ہیں۔ کتاب کے اہم عنوانات درج ذیل ہیں: پہلا باب: منظومہ عقود رسم المفتی۔ دوسرا باب: افتاء اور فتویٰ کے اصول ومناہج۔ شخصیت کی بنیاد پر ترجیح کے ۱۳ اصول۔ کتابوں کی بنیاد پر ترجیح کے ۶ اصول۔ دلیل کی بنیاد پر ترجیح کے ۵ اصول۔ الفاظِ ترجیح کی بنیاد پر ترجیح کے ۱۰ اصول۔ کتابوں کے غیر معتبر ہونے کے ۱۰ اسباب۔ فقہاء کے سات طبقات ابن کمال پاشا کے نزدیک۔

کتاب کی جلد کارڈ کور پر ہے، کاغذ ہلکا ہے۔ تصحیح اور سیٹنگ بہتر ہے۔ کتاب متخصصین اور مفتیانِ کرام کے لیے لائقِ مطالعہ ہے۔

جواہراتِ قاسمی

بیانات: مفتی محمد قاسم العباسی صاحبؒ۔ صفحات: ۲۴۷۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: ادارۃ العباسیۃ

للنشر والتوزیع، کراچی۔ رابطہ نمبر: 0333-2972550

زیرِ تبصرہ کتاب مولانا موصوف کے جمعہ کے بیانات کی جلد اول ہے، جس میں ۱۲ بیانات ہیں۔ بیانات کے عناوین اچھے ہیں، مواد بھی ماشاء اللہ بہتر ہے۔ کتاب کا کاغذ عمدہ ہے، مگر سیٹنگ، علاماتِ ترقیم وغیرہ کا اہتمام نہیں ہے۔ فونٹ کشیدہ رکھا گیا ہے، جو بلاوجہ صفحات کی کثرت کا سبب ہے۔ کتاب کا ٹائٹل دیدہ زیب ہے، جلد بندی بھی مضبوط ہے۔ کتاب کے ناشر کی جگہ ''ادارۃ العباسیۃ'' لکھا ہے، یہ ترکیب درست نہیں ہے، اسے یا تو مکمل عربی تعبیر میں الف لام کے ساتھ ''الادارۃ العباسیۃ'' ہونا چاہیے، یا اردو تعبیر میں ''ادارۃ العباسی'' اضافت کے ساتھ ہونا چاہیے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان خطبات و بیانات کا نفع عام فرمائے اور صاحبِ افادات کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین

مروجہ موضوع احادیث کا علمی جائزہ

مؤلف: مولانا محمد یاسین خان صاحب۔ زیرِنگرانی: مفتی محمد شعیب اللہ خان مفتاحی صاحب۔ صفحات: ۵۳۶۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: مکتبۃ الایمان، کراچی۔ سنِ اشاعت: جمادی الثانی ۱۴۴۵ھ/ دسمبر ۲۰۲۳ء۔ رابطہ نمبر: 0321-2466024

احادیثِ مبارکہ قرآنِ کریم کے بعد دینِ اسلام کا دوسرا ماخذ اور قرآنِ کریم کی توضیح وتشریح ہیں، اسی اہمیت کے پیشِ نظر ہر دور میں محدثین کرام رحمہم اللہ نے احادیثِ مبارکہ کی حفاظت کا حد درجہ اہتمام فرمایا ہے، نیز اس سلسلے میں واعظین اور عوام الناس میں رائج موضوع ومن گھڑت، معتبر وغیر معتبر زبان زد عام روایات کی تحقیق کرکے ان کی حقیقت واضح کی ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب بھی اسی نوعیت کا ایک کام ہے، یہ کتاب درحقیقت ''موضوع روایات'' کے عنوان سے ماہنامہ ''تکبیرِ مسلسل'' میں مؤلف کی لکھی گئی مختلف تحریرات کا مجموعہ ہے، جو انہوں نے اپنے استاذ مفتی محمد شعیب اللہ خان مفتاحی صاحب (شیخ الحدیث، بانی ومہتمم الجامعۃ العلوم الاسلامیہ، مسیح العلوم، بنگلور) کی زیرِ نگرانی اور ان کی اصلاح ومشورے سے لکھی ہیں۔

کتاب کے شروع میں مفتی محمد شعیب اللہ خان مفتاحی صاحب کا ۲۸ صفحات پر مشتمل مقدمہ ہے، پھر ۱۰۰ صفحات پر مشتمل مؤلف کا مقدمۃ العلم ہے، مقدمہ اور مقدمۃ العلم ''وضعِ حدیث کا فتنہ''، ''وضعِ حدیث کے اسباب ومحرکات''، ''فتنہ وضعِ حدیث کے خلاف محدثین کے کارنامے''، ''حدیثِ موضوع''، ''وضعِ حدیث کی تاریخ''، ''حدیثِ موضوع کو پہچاننے کی صورتیں، ''وضع کے چند خاص اسباب''، ''وضعِ حدیث اور موضوع روایات کو بیان کرنے کا حکم''، ''من گھڑت روایات کی چند بڑی

قباحتیں''، اور''من گھڑت روایات کے برے اثرات'' جیسے مفید عنوانات پر مشتمل ہیں۔ دونوں مقدمات کے مذکورہ مندرجات فائدے سے خالی تو نہیں ہیں، تاہم ان سے کتاب کی ایک تہائی ضخامت میں اضافہ ہوگیا ہے، کیا ہی اچھا ہوتا کہ مذکورہ عنوانات کو کسی قدر اختصار کے ساتھ کم صفحات میں سمیٹ دیا جاتا!

بعد ازاں آخر کتاب تک (۱۶۰) موضوع و من گھڑت، معتبر و غیر معتبر زبان زد عام روایات کی تحقیق ذکر کی گئی ہے۔ دورانِ تحقیق مؤلف نے بعض روایات میں بعض واعظین کے خطبات کے نام لکھ کر روایات نقل کر کے پھر ان کی تحقیق کی ہے، کیا ہی اچھا ہوتا کہ موصوف واعظین اور ان کے خطبات کا نام ذکر کیے بغیر صرف روایات اور ان کی تحقیق ذکر کر دیتے! نیز حوالہ جات میں جلد اور صفحہ نمبر کے ساتھ طبع لکھنے کا اہتمام نہیں کیا گیا، جس کی کسی قدر تلافی کتاب کے آخر میں دیے گئے فہرستِ کتابیات سے ہوجاتی ہے، البتہ بعض کتب مثلاً: ''اللآلي للزركشي''، ''النخبة البهية''، ''الأحاديث المختارة'' کے نام دورانِ تحقیق تو مذکور ہیں، مگر فہرستِ کتابیات میں مذکور نہیں ہیں۔

کتاب چوں کہ اردو زبان میں ہے، اس لیے عنوانات وغیرہ میں بھی اردو الفاظ کے استعمال کا اہتمام کرنا چاہیے، بعض جگہ مثلاً: ''فهرس''، ''عناوين''، ''قائمة المصادر'' اردو کے بجائے عربی الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ اسی طرح عربی عبارات میں یکسانیت نہیں رکھی گئی، کہیں عبارات پر اعراب لگائے گئے ہیں اور کہیں اس کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ نیز کتاب کی تصحیح و پروف ریڈنگ کا اہتمام تو کیا گیا ہے، مگر پھر بھی کہیں اردو عبارت عربی فونٹ میں اور کہیں املاء و ترقیم کی غلطیاں ہیں، اسپیس تو بہت سی جگہوں پر نظر آرہا ہے۔ بہر حال! کتاب کا کاغذ ہلکا، جلد مناسب اور ٹائٹل دیدہ زیب اور خوبصورت ہے۔ کتاب مجموعی طور پر مفید ہے، مستند حوالوں سے مزین ہے، موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ایک عمدہ سوغات ہے، البتہ بعض احادیث کی تحقیق کے نتائج سے اختلاف کیا جاسکتا ہے، اور اس نوعیت کے کاموں میں اس کی گنجائش ہوتی ہے، خود مؤلف نے بھی کسی غلطی یا کمی بیشی کی نشان دہی کی صورت میں ازالہ یا اضافہ کا عندیہ دیا ہے، ایک محقق کا یہی شعار ہونا چاہیے، کیوں کہ تحقیق ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے، جس میں مزید تدقیق وجستجو کا امکان وضرورت باقی رہتی ہے۔

شرح اسمائے حسنیٰ (دو جلدیں)

جمع وترتیب: مولانا محمد حنیف عبدالمجید صاحب۔ صفحات جلد اول: ۵۷۶۔ صفحات جلد دوم: ۴۷۲۔ قیمت: درج نہیں۔ سنِ اشاعت: ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۰۱۴ء۔ ناشر: مکتبہ بیت العلم، اردو بازار، کراچی۔ رابطہ نمبر: 021-32726509

اس وقت ہمارے پیش نظر کتاب کا تیسرا ایڈیشن ہے، جو ۱۴۳۵ھ میں شائع ہوا ہے۔ اس کتاب کی مقبولیت کی علامت ہے کہ ماشاء اللہ کتاب کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کتاب کا موضوع اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کی تفصیل وتشریح اور فوائد وخواص کا بیان ہے۔ کتاب کے طبع اول کے مطابق درج ذیل ترتیب اور خصوصیات کا لحاظ رکھا گیا ہے:

''۱-اسمائے حسنیٰ کے لغوی واصطلاحی معنی۔ ۲-قرآنِ کریم کی جن آیات میں اسمائے حسنیٰ کا ذکر ہے، ان میں سے کم از کم تین آیات کا ذکر۔ ۳-قرآنی آیات، احادیثِ نبویہ اور ائمہ کرام کے اقوال کی روشنی میں اسمائے حسنیٰ کی تشریح۔ ۴-اسمائے حسنیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے لیے ایمان افروز واقعات اور مواعظِ حسنہ۔ ۵-ہر اسم کے تحت اس اسم کی خصوصیات سے متعلق مفید اذکار اور دعائیں۔ ۶-ہر اسم کے آخر میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بڑھانے کے لیے فوائد ونصائح۔ ۷-کتاب میں ذکر کی جانے والی دعاؤں اور واقعات کی دونوں جلدوں کے آخر میں مستقل فہرست۔''

تیسرے ایڈیشن میں مزید خصوصیات درج ذیل ہیں:

''۱-غیر ضروری مضامین کی کانٹ چھانٹ۔ ۲-حتی الامکان علاماتِ ترقیم اور اردو واملاء کی درستی کا اہتمام۔ ۳-ہر مبارک نام سے متعلق دعاؤں کا مزید اضافہ۔ ۴-ہر مبارک نام کے ذیل میں اس نام سے متعلق مضامین کا اضافہ۔ ۵-حوالہ جات کو مزید بہتر، مستند اور مکمل کرنے کا اہتمام۔ ۶-تمام مضامین کی ترتیبِ نو اور ربط سازی۔''

ہر مسلمان کے لیے بالعموم اور وظائف وعملیات سے شغف رکھنے والوں کے لیے بالخصوص یہ کتاب بہترین تحفہ ہے۔ اس کے پڑھنے سے عقیدۂ توحید میں پختگی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے محبت اور یقین میں اضافہ ہوگا، ان شاء اللہ

کتاب کا کاغذ اعلیٰ (میٹ پیپر)، طباعت دورنگہ اور جلد بندی مضبوط ہے۔

ایک سو قرآنی فارمولے

تالیف: مولانا غیاث احمد رشادی۔ صفحات: ۷۶۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: مکتبۃ الایمان، کراچی۔ رابطہ نمبر: 0321-2466024

صفحات کے اعتبار سے یہ ایک مختصر رسالہ اپنی قدر ومنزلت کے اعتبار سے ایک شاندار اور بہترین اصلاحی کتاب ہے۔ کلامِ الٰہی میں مذکور دینی ودنیاوی کامیابی اور نجات وغیرہ سے متعلق احکام و

اعمال اور اصول وفارمولے خوبصورت عناوین کے تحت جمع وترتیب دیے گئے ہیں۔ مختلف عنوانات کے تحت قرآن مجید کی آیات مع ترجمہ اور مختصر تشریح درج کی گئی ہیں۔ چند عنوانات ملاحظہ فرمائیں: اطمینانِ قلب کا فارمولہ، اللہ کی رحمتیں پانے کا فارمولہ، اللہ کی لعنت سے بچنے کا فارمولہ، حصولِ جنت کا فارمولہ، دنیا وآخرت کی بھلائی پانے کا فارمولہ، خوف اور حزن سے بچنے کا فارمولہ، ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانے کا فارمولہ، چوری کو معاشرہ سے ختم کرنے کا فارمولہ، وغیرہ۔

ماشاء اللہ! اس کتاب کے مؤلف مولانا غیاث احمد رشادی صاحب قرآن مجید کے علوم ومعارف سے خصوصی دلچسپی رکھتے ہیں، اور اس نوع کی اور کتابیں بھی شائع کرچکے ہیں۔ بالخصوص ''روحِ قرآن'' کے نام سے اُن کی ایک کتاب ہے جو مضامینِ قرآن کا انسائیکلو پیڈیا ہے، مختلف عنوانات کے تحت آیاتِ قرآنی کو جمع کیا گیا ہے، ایک ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ بہرحال زیرِ تبصرہ رسالہ قرآن مجید میں مذکور کامیابی کے اُصولوں کا خلاصہ اور نچوڑ ہے، جس کے مطالعہ سے تھوڑے وقت میں انسان قرآنی تعلیمات کا وافر حصہ حاصل کرلیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور کتاب کا نفع عام فرمائے۔ ہماری رائے میں ہر مسلمان کو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔ کتابچہ کارڈ کور پر ہے، کاغذ متوسط ہے۔ ہماری رائے میں اس رسالہ کا اگلا ایڈیشن اس موضوع کے شایانِ شان ہونا چاہیے، کتاب کی تصحیح، سیٹنگ اور کاغذ کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

معجونِ حافظہ ومقویِ معدہ

طلبہ کرام، علماء کرام
اور دماغی محنت کرنے والوں کے لیے
خاص تحفہ

قیمت ایک پاؤ : 600
قیمت آدھا کلو : 1200
علاوہ ڈاک خرچ

فوائد وخواص

معجونِ حافظہ ومقویِ معدہ درج ذیل مسائل میں مفید ہے:

- حافظہ کی کمزوری
- اعصابی کمزوری/تھکاوٹ
- دماغی خشکی
- قبض
- نیند کی کمی
- بدہضمی
- معدہ کی گرمی
- بلڈ پریشر
- جگر ومثانہ کی گرمائش
- پیشاب میں جلن

خوش ذائقہ اور مزیدار --- ہر عمر کے افراد کے لیے مفید

دار الشفاء علوی دواخانہ
0335-2102186 (واٹس اپ + ایزی پیسہ اکاؤنٹ)